سفینۂ نوح

حصہ اول

مجاہد مسلکِ اہلسنت، عاشقِ رسول حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ پاکستان

سفینۂ نوح

حصّہ اوّل

تصنیفِ لطیف

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری

ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	سفینہ نوح (حصہ اول)
مصنف	خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	جون 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z117
قیمت	-/54 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010
9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350
14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212
e-mail:- zquran@brain.net.pk
Website:- www.ziaulquran.com

نذرِ عقیدت

بحضور امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب، بابِ مدینۃ علم وحکمت، شہنشاہِ ولایت، فاتحِ خیبر، ساقیِ کوثر، اخ الرسول وزوج البتول، امیر المومنین وامام المتقین سیدنا ومولٰنا ابو الحسنین **علی** ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ

از حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

مصطفٰے شہرِ علم لم یزلیست — درِ آں شہر را کلید علیست
ہر کہ چوں قطبِ دیں گدائے علیست — کوسِ شاہی بنامِ اُو از لیست

از حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری

نورِ چشمانِ من، ظہورِ علی ست — مایۂ جانِ من، ظہورِ علی ست
روزِ محشر اگر مرا پُرسند — سِرِ ایمانِ من، ظہورِ علی ست

از حضرت شاہ شمس تبریزی

شاہِ شریعتم توئی، پیرِ طریقتم توئی — حق بہ حقیقتم توئی، دم ہمہ دم علی علی

از حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی

حیدری ام قلندرم مستم — بندۂ مرتضٰے علی ہستم

از حضرت مولانا جلال الدین رومی

اوصافِ علی بہ گفت گو ممکن نیست — گنجائشِ بحر در سبو ممکن نیست
من ذاتِ علی بہ واجبی کے دانم — اِلّا دانم کہ مثلِ اُو ممکن نیست

از حضرت خواجہ فرید الدین عطار

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام است — امیر المومنیں حیدر تمام است

از حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی

علی اولیاء را دلیلِ حق آمد — علی انبیا را وَلیّاً نصیرا
علی ابنِ عمِ محمد رسول است — چہ موسٰے اخی گفت ہاروں وزیرا

شفیعِ روزِ قیامت محمد است و علی

علی امامِ من است و منم غلامِ علی
ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علی

اِنتساب

فقیہ العصر، علامہ الدہر، شیخ القرآن، ابو البیان

حضرت استاذ العلماء مولانا **غلام علی** اشرفی قادری اوکاڑوی

دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

علی امام من است و منم غلام علی

ہزار جان گرامی فدائے نام علی

بندہ: محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہ

پیش نوشت

میرے اباجان قبلہ، مجددِ مسلک اہلِ سنت، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری کی ساری زندگی تبلیغ و توسیع دین اور فروغِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ یہ یقیناً ان پر خالق حقیقی کا خاص کرم اور محبوب رب العالمین ختم المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی خاص رحمت و عنایت تھی اور بزرگانِ دین کا فیضان تھا کہ وہ بے باکانہ صدائے حق بلند کرتے رہے۔ اُنہوں نے اپنی پچپن سالہ مختصر ظاہری زندگی میں صدقات جاریہ کے اتنے بہت سے کام کیے کہ ایک مثال ہیں۔ اہلِ ایمان کے نزدیک فخر و انبساط کی مثال۔ تقریر کے ساتھ تحریر کے میدان میں بھی انہوں نے گراں قدر یادگاریں باقی چھوڑی ہیں جو مدتوں اصلاح عقائد و اعمال کا فریضہ انجام دیتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

زیرِ نظر کتاب "سفینۂ نوح" (حصہ اوّل) امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین امام المتقین برادر و داماد رسول، شہنشاہ ولایت حضرت ابو الحسنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل و حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا حصہ جگر گوشۂ رسول، سردار خواتینِ جہاں و جناں، اُمّ السادات حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور اُمّ المؤمنین حبیبہ حبیب ربّ العالمین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و حالات پر مشتمل ہے۔ اہلِ بیت رسول سے محبت و عقیدت سرمایۂ ایمان اور ذریعۂ نجات ہے اباجان قبلہ علیہ الرحمہ کو خانوادۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی، یہ ان کے سامعین و قارئین اور ناظرین بخوبی جانتے ہیں۔ ان کا اعلان تھا کہ عقیدہ قرآن و حدیث کی اخبار سے بنتا ہے، خانہ ساز اور من گھڑت روایات سے نہیں۔ وہ غالی نہیں تھے۔ بفضلہ تعالیٰ عاشق تھے اور ان کی زبان و قلم سے عقیدت کا بیان بھی حقیقت

پر مبنی ہوتا تھا۔ وہ فرقہ واریت کو پسند نہیں کرتے تھے وہ ہر مدعی ایمان کو عاشق رسول بنانا چاہتے تھے اور الحمدللہ کہ لاکھوں افراد کے سینے انہوں نے عشق مصطفےٰ سے آباد کیے وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مجدد اور مبلغ اعظم تھے اور مسلک رضا فی الحقیقہ مسلک اہل سنت و جماعت ہے جو حق کی پہچان ہے۔ اہل سنت و جماعت حضور اکرم رحمت عالم شفیع معظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، اہل بیت اور امت مصطفوی کے اولیاء اللہ سے محبت کو ایمان کا لازمی جزو مانتے ہیں اور ان کی صداقت و مرتبت کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

سید محمد حسنین شاہ کاظمی ابھی بقید حیات ہیں اور نماز جمعہ جامع مسجد گلزار حبیب، گلستان اوکاڑوی میں ادا کرتے ہیں۔ یہ بات وہ مجمع عام کے روبرو بیان کر چکے ہیں۔ لکھ بھی چکے ہیں، ان کی تحریر کے مطابق "آج سے چودہ (اب سے سترہ) برس پہلے کی بات ہے کہ میں نے ایک شب خواب دیکھا اگرچہ وہ خواب تھا لیکن میں اس کو بشارت کہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سا تخت (اسٹیج) ہے جس پر نورانی چہرہ متعدد بزرگ ہستیاں تشریف فرما ہیں۔ ان کے درمیان حضرت خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی بیان فرما رہے ہیں۔ مولائے کائنات امیرالمؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "میری تعظیم اسی قدر کرو جتنی کہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی آپ کو بتائیں، یہ حق بیان کرتے ہیں"۔ سید محمد حسنین نے اس بشارت کے بعد مسلک اہل سنت سے اپنی وابستگی پختہ کرلی۔

سید محمد حسنین کاظمی نے یہ بشارت سنا کر ہمارا یقین اور پختہ کیا ہے اور حضرت خطیب پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان کے لیے حضرت مولائے کائنات کے کلمات طیبات، حضرت خطیب پاکستان کی حقانیت اور مقبولیت کی سند ہیں۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ اس کتاب میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی اور ائمہ کرام کی کتب سے حضرت مولائے کائنات کی عظمت و مرتبت، علم و فضل، زہد و تقویٰ شجاعت و ہمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی شہادت کے بیان کے بعد ان کے کچھ

ارشادات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ جو ہمارے لیے رہبر و رہنما ہیں اور اُن پر عمل کامیابی کی ضمانت ہے۔ بہت سے مسائل بھی حل ہوئے ہیں۔ یقیناً اہلِ علم حضرات میرے ابّا جان قبلہ کی اس خدمت کو بہ نظرِ استحسان دیکھیں گے۔ اس کتاب کے مندرجات میں کہیں کوئی سہو ہو گیا ہو تو احباب سے گزارش ہے کہ وہ مجھے ضرور آگاہ فرمائیں، میں شکر گزار ہوں گا۔

اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ مگر ادھر کچھ برس سے یہ نایاب تھی۔ گزشتہ کتابت کی تکرار مجھے گوارا نہیں تھی کیوں کہ وہ اتنی عمدہ نہیں تھی۔ مکتبہ ضیاء القرآن نے اس اڈیشن کے لیے جو اہتمام کیا ہے اسے آپ ضرور پسند فرمائیں گے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صدقے میرے ابّا جان قبلہ کی خدمات قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

طالبِ دُعا! کوکبِ نورانی راحمد شفیع

۶۱۹۸۷

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حُبِ اہلِ بیت	۱۳
۲	فضائل اہلِ بیت اطہار	۳۹
۳	احادیث	۵۷
۴	شجاعت	۶۸
۵	علم و فضل	۸۴
۶	کرامات	۹۳
۷	تواضع	۹۶
۸	شہادت	۱۰۷
۹	قبر انور کہاں ہے	۱۱۹
۱۰	ارشاداتِ مُبارکہ	۱۲۱

مجدّدِ مسلکِ اہلِ سُنّت خطیبِ پاکستان

نام :- (مولانا) حافظ محمد شفیع اُوکاڑوی

ولدیت :- حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم و مغفور جو پنجاب کی معزز شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سنِ ولادت :- ۱۹۲۹ء۔ کھیم کرن مشرقی پنجاب (بھارت)

تعلیم :- اسکول میں مڈل تک اور دینی تعلیم۔ درسِ نظامی مکمل و دورۂ حدیث و تفسیر

بیعت و ارادت :- شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ برادر خورد شیرِ ربانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ (سلسلۂ نقش بندیہ مجدّدیہ)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمۃ نے حاجی میاں کرم الٰہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اور ان کے فضل و کمال کی بشارت پہلے ہی سے دے دی تھی۔ آپ کے والدین نے بھی آپ کی ولادت سے قبل مُبارک خواب دیکھے اور بیان کیے۔

حالات و خدمات :- اپنے پیر و مُرشد حضرت ثانی صاحب شرق پوری اور عُلمائے اہلِ سُنّت کے ساتھ زمانۂ طالب علمی میں تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور تقسیمِ ہند تک سرگرمِ عمل رہے۔

- ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اُوکاڑا آگئے اور جامعہ حنفیہ اشرفُ المدارس قائم کیا جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔
- دارالعلوم اشرفُ المدارس اوکاڑا کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اشرفی اُوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوارُ العلوم ملتان کے شیخ الحدیث والتفسیر غزالیِ دوراں حضرت علاّمہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درسِ نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔
- جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں نمازِ جمعہ کی خطابت شروع کی۔ اس دوران برلا ہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلّم رہے۔
- ۵۳-۱۹۵۲ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں محض سیدِ عالم ختمی مرتبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے بھرپور حصہ لیا۔ ضلع منٹگمری (ساہیوال) اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے، حکومت نے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دو فرزند تنویر احمد اور منیر احمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی، انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کُن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہی وال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص الگ بلا کر کہا کہ "بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں میرے پاس آپ کے لیے بہت سی سفارشیں ہیں۔ آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔" مولانا نے جواباً کہا کہ "میں نے عزت و ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرم آخری نبی ہیں۔ لہٰذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہو گئے، میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا۔"

اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی۔ دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر و استقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

- اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملّی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔
- ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور ہمہ جاں، تادمِ آخر شب و روز دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔
- میمن مسجد کی امامت و خطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عید گاہ میدان اور ساڑھے دو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد جوبلی سینما میں بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نمازِ جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں بالترتیب تفسیرِ قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً ۲۹ برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔
- اس دوران ۱۹۶۴ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق جس کے آپ چیئرمین بھی تھے ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمد للہ وہاں سے متعدد طلبہ علومِ دینیہ حاصل کر کے چہار سمت تبلیغِ دین و مسلک کر رہے ہیں۔
- ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ گلستانِ شفیع اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا، مولانا نے تعمیرِ مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی و سربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام جامع مسجد گلزارِ حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب زیرِ تعمیر ہے۔ اسی مسجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ مرجع خلائق ہے۔
- مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں مولانا کی علمی استعداد، حُسنِ بیان، خوش الحانی اور شانِ خطابت نہایت منفرد اور ہر دلعزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہِ محرم کی شب عاشورہ میں مُلک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب و جاں کو آسودہ نہ کیا ہو۔
- دین و مسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے شرقِ اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقہ، ماریشس اور دوسرے کئی غیر مُلکی دورے کیے صرف جنوبی افریقہ میں ۱۹۸۰ء تک مولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے ممالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اب مولانا کی تقاریر کی وڈیو کیسٹس بھی پھیل رہی ہیں۔
- مولانا اُوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق، فقہی بصیرت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی متعدد تصانیف ہیں جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں ہر کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکرِ جمیل، ذکرِ حسین (دو حصے)، راہِ حق، درسِ توحید، شامِ کربلا، راہِ عقیدت، امام پاک اور یزید پلید، برکاتِ میلاد شریف، ثوابُ العبادات، نماز مترجم، سفینۂ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوارِ رسالت، مسئلہ طلاق ثلاثہ، نغمۂ حبیب، مسئلہ سیاہ خضاب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، اخلاق و اعمال (نثری تقاریر) تعارف علمائے دیوبند، میلادِ شفیع، جہاد و قتال، آئینۂ حقیقت، نجوم الہدایت، مسئلہ بیس تراویح، مقالاتِ اوکاڑوی اور متعدد فتووں وغیرہ پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

- ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڈا مارکیٹ میں ایک سازش کے تحت اختلافِ عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دورانِ تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پُشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا "مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سیّدِ عالم محسنِ انسانیت حضور رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں میرا خون ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب ہو وہ کریں تاکہ ایسی کارروائیاں آئندہ نہ ہوں"۔ مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جاں بر ہونا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ اُن ہی دنوں جاری ہوا جس کی بڑی سُرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف مُلک بھر میں شدید احتجاج ہُوا۔
- ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پُورے مُلک میں جوش و جذبۂ جہاد کے لیے ملّت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں رُوپے دیے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں رُوپے کا سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں رُوپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں وغیرہ میں بدستِ خود سامان تقسیم کیا۔
- آزاد کشمیر کے بائیس مقامات اور سیالکوٹ، چھمب جوڑیاں، لاہور، واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر ولولہ انگیز تقاریر کیں۔
- حضرت مولانا اوکاڑوی مرکزی جماعتِ اہلسنّت پاکستان کے بانی تھے۔
- ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے اُمیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے مولانا نے انتخاب میں حصّہ لیا اور قومی اسمبلی کے رُکن منتخب ہُوئے۔
- قیامِ پاکستان سے تادمِ آخر مولانا ایک مخلص اور محبِّ وطن پاکستانی اور سچے پکے مسلمان ہونے کا بھرپُور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت مُلک بھر میں بالخصوص اور دُنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔
- حضرت مولانا محترم تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ سالار تھے۔ آج اِس تحریک کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس میں ان کی خدمات اور مساعیِ جمیلہ بُنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔
- صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاالحق کی قائم کردہ مجلسِ شوریٰ کے معزز رُکن نامزد ہُوئے اور قوانینِ اسلامی کے ترتیب و تشکیل اور تنفیذ کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے علاوہ ازیں وزارتِ امورِ مذہبی کی قائمہ کمیٹیوں کے رُکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے رُکن مقرر ہُوئے۔
- حضرت مولانا قومی سیرت کمیٹی کے بُنیادی رُکن رہے۔
- اتحادِ بین المسلمین کے لیے مُلک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں قومی دفاعی فنڈ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔
- سولہ مرتبہ سفرِ حج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہُوئے۔
- ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ عارضۂ قلب کی شکایت ہُوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شب و روز چہار سمت میں صدائے حق بلند کرتے رہے۔
- حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہلِ سنّت وجماعت کی طرف سے دس روزہ مجالسِ محرم اور جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس و جلسہ کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔
- تین ہزار سے زائد افراد مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہُوئے۔ اور ہزاروں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔
- حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مُریدین ہزاروں کی تعداد میں دُنیا بھر میں موجود ہیں۔
- حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقہ میں انجمن اہلِ سنّت وجماعت قائم کی۔
- پاکستان میں سُنّی تبلیغی مشن، انجمن محبانِ صحابہ و اہلِ بیت، تنظیم ائمہ و خطبا مساجدِ اہلسنّت اور متعدد ادارے قائم کیے۔
- چالیس برس میں حضرت خطیبِ پاکستان نے اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے سیکڑوں موضوعات پر خطاب کیا جو اَب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔
- ۱۹۷۵ء میں دورانِ سفر، دُوسری مرتبہ دل کا دورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔
- ۱۹۸۳ء میں آخری بیرونِ ملک سفر بھارت کے لیے کیا۔ اپنے دورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی شریف گئے۔
- مارچ ۱۹۸۴ء میں شرق پُور شریف گئے اور اپنے پیر و مُرشد کی درگاہ پر حاضری دی جو وہاں اُن کی آخری حاضری ثابت ہُوئی۔
- ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزارِ حبیبؐ میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراضِ قلب میں داخل ہُوئے۔ تین دن بعد سہ شنبہ، ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء کی صُبح ۵۵ برس کی عمر میں اذانِ فجر کے بعد بآوازِ بلند درود و سلام پڑھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔
- ۲۵ اپریل کو نشتر پارک، کراچی میں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی کی اِمامت میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیبِ پاکستان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور پیارے کملی والے تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو کمالِ محبّت و احترام سے رخصت کیا۔

اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گُلزارِ حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

رَحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دائماً ابداً

۱۴۰۴ (ہجری)

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی
خصوصاً علیٰ سیّدنا وحبیبنا وشفیعنا محمّد المصطفیٰ وعلیٰ آلہٖ و
اصحابہٖ اولی الصّدق والصفا۔ اما بعد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حُبِّ اہلِ بیت

شریعت مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور پرُنور شافع یوم النشور صلّی اللہ علیہٖ وسلّم کی محبّت اس کے تمام عزیز و اقارب اور احباب سے زیادہ لازم کی ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُکُمْ وَاَبْنَاءُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

میرے حبیب فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمہیں اللہ اور اُس کے رسُول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

مَا کَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ

مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہٖ وسلّم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ

نَفۡسِہٖ (قرآن کریم) یہ کہ اُنکی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی محبّت ماں باپ و اولاد، عزیز و اقارب، دوست و احباب، مال و دولت، مسکن وطن اور خود اپنی جان کی محبّت سے زیادہ ضروری و لازم ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ عقیدت و محبّت نہ رکھتے ہوں تو اُن سے دوستی و محبّت رکھنا جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اس مضمون کی متعدد آیتیں ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان اور نجات کا دار و مدار حضور سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی محبّت پر ہے تو جس مومن کے دل میں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی محبّت ہو گی اس کے دل میں ہر اُس چیز کی محبّت ہو گی جس کا تعلق حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے ہو گا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے محبّت اور تعلق رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں، لہٰذا حضور سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے محبّت رکھنے والے آپ کی اولاد، آپ کے اصحاب، آپ کے ارشادات و افعال اور آپ کے وطن مبارک اور ہر اُس چیز کو جس کا روحانی یا جسمانی آپ سے تعلق ہے، جان و دل سے محبوب رکھتے ہیں، کیونکہ ان کی محبّت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی وجہ سے ہے تو گویا اُن کی محبّت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی محبّت ہوئی، اور جو بدبخت ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض و عداوت رکھے، یا اُن کی توہین و بے ادبی کرے وہ ایمان سے محروم اور دشمنِ خدا و رسُول ہے۔ مُسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں نہ جائیں بلکہ ان کے پاس تک بھی نہ بیٹھیں۔ آدمی اپنے اور اپنے باپ کے دشمن کے ساتھ بیٹھنا، اٹھنا اور خوشی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا، تو دشمنانِ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اور دشمنانِ اہلِ بیت و اصحابِ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ کیسے گوارا کر سکتا ہے؟

خوب یاد رکھو! اہلِ بیت کرام و صحابۂ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت عین رسُولِ

پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی محبت' اور اُن کی عداوت عین رسُولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی عداوت ہے۔ اس لئے مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل میں دونوں کی محبت رکھے۔[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے اہلِ بیت کرام کے حق میں فرمایا :

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ -

کہ میرے اہل بیت کی مثال نوح (علیہ السّلام) کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہُوا اُس نے نجات پائی اور جو باہر رہا وہ غرق ہُوا۔

اے غرقۂ گناہ ز طوفانِ غم مترس
کشتیٔ نوح عصمتِ آلِ محمّد است

اور صحابۂ کرام کی شان میں فرمایا :

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ -

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہِ ہدایت پاؤ گے۔

دیکھئے ایک حدیث میں اہل بیت کرام کو کشتی کی مثل اور دوسری میں صحابۂ کرام کو ستاروں کی مثل فرمایا پس دریائے ایمان وعرفان بغیر نجوم کی رہنمائی کے طے نہیں ہوسکتا' کیونکہ شبِ تیرہ میں ستاروں کی ہدایت کے بغیر کشتی میں سوار ہونے والے منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ پار وہی لگے ہیں جنھوں نے کشتی میں سوار ہونے کا شرف حاصل کیا اور ستاروں کو اپنا رہنما بنایا یعنی دونوں کو حصول نجات کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا' نہ ان میں سے کوئی پار لگا جنھوں نے صرف ستاروں کو رہنما بنایا اور کشتی میں سوار نہ ہوئے اور نہ ان میں سے کوئی پار لگا جو صرف کشتی میں سوار ہوئے اور ستاروں کی رہنمائی حاصل نہ کی یہی

---

[1] صحابۂ کرام خصوصاً فضائل خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مؤلف کا رسالہ نجوم الہدایت ضرور پڑھیں ۱۲

وجہ ہے کہ کوئی ولئ کامل نہ خارجیوں میں ہُوا اور نہ رافضیوں میں، یہ شرف و کمال صرف اہلِ سنّت وجماعت ہی کا حصّہ ہے ؎

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضورؐ
نجم ہیں، اور ناؤ ہے عترت رسُول اللہؐ کی

کیونکہ اہلِ سنّت اہلِ بیت نبوت کی کشتیٔ محبّت میں سوار ہو کر اور ستارہ ہائے محبّت اصحاب نبوت سے روشنی حاصل کرتے ہوئے منزلِ مقصود کو پار رہے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ اہلِ بیت نبوت کی محبت بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی کی محبت ہے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت مخلوق پر فرض ہے تو اہلبیت نبوت کی محبت بھی فرض ہوئی۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس پر ترغیب و تحریص فرمائیں تو معلوم ہُوا کہ اہلِ بیت نبوت کی محبت سرمایۂ ایمان اور رضائے خدا اور حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب!

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ۔ (قرآن کریم)

فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبّت کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ قَرَابَتُکَ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُھُمْ قَالَ عَلِیٌّ وَّ فَاطِمَۃُ وَ وَلَدَاھُمَا (زرقانی علی المواہب صـ۳ ؛ درمنثور صـ۷ ۔ صواعق محرقہ صـ۱۶۸)

یا رسُول اللہ وہ آپ کے قریبی لوگ کون ہیں جن کی محبّت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا علی و فاطمہ اور اُن کے دونوں بیٹے!

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ثُمَّ تَلَا وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ اِبْرَاهِيْمَ الاية ثُمَّ قَالَ اَنَا ابْنُ الْبَشِيْرِ اَنَا ابْنُ النَّذِيْرِ ثُمَّ قَالَ وَاَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِيْنَ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَوَدَّتَهُمْ وَمُوَالَاتَهُمْ فَقَالَ فِيْمَا اَنْزَلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۶۸)

جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ بھی جان لے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ اِبْرَاهِيْمَ آخر تک۔ پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس بارے میں اس نے اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر یہ آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا نازل فرمائی ہے۔

حضرت ابو دیلم فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اسیری کی حالت میں دمشق لا کر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپؓ سے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَتَلَكُمْ وَاسْتَأْصَلَكُمْ وَقَطَعَ قَرْنَ الْفِتْنَةِ۔ فَقَالَ لَهٗ اَمَا قَرَأْتَ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى قَالَ وَاَنْتُمْ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ! (صواعق محرقہ ص۱۶۸ اور منشور ص۷)

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا خاتمہ کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹا اور فتنہ گردن کو مٹایا (معاذ اللہ) آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى؟ اُس نے کہا کیا وہ تم ہو؟ فرمایا ہاں بلا شبہ۔

شیخ جلیل حضرت شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

رَأَيْتُ وِلَائِيْ آلَ طٰهٰ فَرِيْضَةً
عَلٰى رَغْمِ اَهْلِ الْبُعْدِ يُوْرِثُنِي الْقُرْبَا

آلِ طٰہٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی الفت و محبت کو فرض سمجھتا ہوں جو مجھے اُن کے

قرب کی دولت سے نوازے گی بخلاف ان کے دشمنوں کے جو ان سے دور رہیں گے۔

فَمَا طَلَبَ الْمَبْعُوْثُ اَجْرًا عَلَى الْهُدٰى

بِتَبْلِيْغِهٖ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تبلیغ رسالت و ہدایت پر معاوضہ طلب نہیں کیا سوائے اہل قرابت کی محبّت کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا — لوگو! خدا تعالیٰ سے محبّت رکھو کیونکہ وہ (تمہارا ربّ ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے:

وَاَحِبُّوْنِىْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِىْ لِحُبِّىْ (ترمذی و مشکوٰۃ صہ ۵۷۳)

اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبّت کی وجہ سے اور میرے اہلِ بیت کو محبوب رکھو میری محبّت کی وجہ سے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّنِىْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَ اَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِىْ فِىْ دَرَجَتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترمذی)

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسنین) اور اُن کے باپ (علی) اور اُن کی ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِىْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِىْ (ابن ماجہ صہ ۱/۶۴، المستدرک صہ ۳/۱۶۶)

جس نے حسن و حسین کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا، اُس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے سُنا فرماتے تھے حسن و حسین دونوں میرے بیٹے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّ هُمَا اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اَبْغَضَ هُمَا اَبْغَضَنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَنِيْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ النَّارَ (المستدرک حاکم ص۱۶۶/۳)

جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اُس نے اللہ کو محبوب رکھا، اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا۔ اللہ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اُس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اُس کو جہنم میں داخل کیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ حسن و حسین دونوں کو لئے ہوئے فرما رہے تھے۔

هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّ هُمَا فَاَحِبَّ هُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّ هُمَا (ترمذی باب المناقب)

یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی گود میں دیکھا کہ وہ اپنی انگلیاں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی داڑھی مُبارک میں ڈالتے تھے؛

وَالنَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ لِسَانَهٗ فِيْ فَمِهٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ (المستدرک حاکم ص۱۶۹/۳)

اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اپنی زبان مُبارک اُن کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے "اے اللہ میں اُس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اُس کو محبوب رکھ!

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّ ھُمَا فَاَحِبَّ ھُمَا (ترمذی شریف)
اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ!

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہٖ وسلّم نے فرمایا۔

حُسَیْنٌ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا (ترمذی شریف)
حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جس نے حسین کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہٖ وسلّم نے فرمایا:

مَعْرِفَۃُ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرَآءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَالْوَلَایَۃُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ (شفا شریف ص۴۲)
معرفت آلِ محمد صلّی اللہ علیہٖ وسلّم (کے مقام) کی دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور محبت رکھنا آلِ محمد صلّی اللہ علیہٖ وسلّم سے پُل صراط پر سے گزر جانے کی سند ہے، اور ولایت آلِ محمد صلّی اللہ علیہٖ وسلّم کی امان ہے عذاب سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ تَاْکُلُ الذُّنُوْبَ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (نزہۃ المجالس ص۶۱، الریاض النضرہ ص۲۸۵)
علی بن ابی طالب کی محبت گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز حضور صلّی اللہ علیہٖ وسلّم کو دیکھا، آپ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے اور فرما رہے تھے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۶۵)
اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ چیز اللہ کی کتاب اور میری عترت ہے میرے اہل بیت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہٖ وسلّم

نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ
(مستدرک حاکم ص۱۵۰ ج۳) زرقانی علی المواہب ص۷ ج۲ الصواعق المحرقہ ص۱۷۲)

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہلِ بیت سے بغض رکھا' اللہ نے اُس کو جہنم میں داخل کیا۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اہلِ بیت نبوت کی عقیدت و محبت سرمایۂ ایمان اور ان سے بغض وعداوت بے ایمانی اور ہلاکت کا سبب ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔
(بخاری شریف)

خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقربا سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقربا محبوب تر ہیں

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ جو ابھی بچے ہی تھے تشریف لائے اور فرمایا' اترو میرے نانا کے منبر سے۔

فَقَالَ صَدَقْتَ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمَجْلِسُ اَبِیْکَ ثُمَّ اَخَذَہٗ وَاَجْلَسَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ وَبَکٰی فَقَالَ عَلِیٌّ اَمَا وَاللّٰہِ مَا کَانَ عَنْ رَأْیِیْ فَقَالَ صَدَقْتَ وَاللّٰہُ مَا اتَّھَمْتُکَ
(الصواعق المحرقہ ص۱۷۵)

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تم نے سچ کہا' خدا کی قسم بلاشبہ یہ تمہارے جدِّ امجد کا منبر ہے۔ پھر آپ نے ان کو پیار سے اُٹھا کر گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے' حضرت علی نے کہا خدا کی قسم اس نے میرے کہنے سے یہ نہیں کہا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا آپ سچے ہیں۔ مجھے آپ پر کوئی بدگمانی نہیں ہے اور اسی کی مثل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا

واقعہ بھی منقول ہے [1] (اصابہ فی معرفۃ الصحابہ) الریاض النضرہ ص ۲۹/۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا، تو حضرت عمر نے مسجدِ نبوی میں فرش چرمی بچھا کر اس پر مالِ غنیمت جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المؤمنین ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے، ہمیں عطا کرو۔

آپ نے فرمایا بِالْبَرَکَۃِ وَالْکَرَامَۃِ اور ایک ہزار درہم نذر کئے۔ ان کے جانے کے فوراً بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ان کو بھی ہزار درہم دیئے۔ پھر اُن کے جانے کے فوراً بعد آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ تشریف لائے تو آپ نے اُن کو پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ نے کہا، یا امیر المؤمنین میں حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں جوان تھا، اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا، اور حسنین اس وقت بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے اُن کو ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا! بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کا ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا، اُن کے باپ علی مرتضیٰ، ماں فاطمۃ الزہرا، نانا رسول خدا، نانی خدیجۃ الکبریٰ، چچا جعفر طیار، پھوپھی اُم ہانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ رقیہ، اُم کلثوم، زینب دخترانِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ یہ سُن

---

[1] حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کو اپنے بڑے کے مقام پر بیٹھے ہوئے، یا اس کا کپڑا پہنے ہوئے، یا اس کی کسی چیز کو استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں سے اُٹھو! یا یہ کپڑا اتار دو کہ یہ ہمارا ہے۔ پس ان کی ایسی باتیں قابلِ استدلال نہیں ہو ہیں اس میں شک نہیں کہ انبیائے کرام دائمۂ عظام کمالات نفسانی اور مراتبِ ایمانی میں تمام خلق سے ممتاز ہیں لیکن احکام بشریہ اور خواص لڑکپن ان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے مقتدا رہونے کے لئے حد کمال عقل پر پہنچنا ضروری قرار دیا گیا ہے (تحفہ اثنا عشریہ)

کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت علی مرتضٰے کرّم اللہ وجہہ کو پہنچی، انہوں نے فرمایا میں نے حضور سیّد عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے سُنا ہے کہ حضرت عمر اہلِ جنّت کے چراغ ہیں۔ اُن کے اس فرمانے کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو پہنچی۔ آپ مُسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضرت علی کے دروازہ پر تشریف لے گئے حضرت علی باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر نے کہا اے علی تم نے سُنا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے مجُھ کو "چراغ اہلِ جنّت" فرمایا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا ہاں مَیں نے آپؐ سے سُنا ہے۔ حضرت عمر نے کہا، اے علی یہ حدیث آپ اپنے ہاتھوں سے لکھ کر مجُھے دیجئے۔ حضرت علی نے اَپنے دستِ مُبارک سے بسم اللہ شریف کے بعد لکھا کہ:

هٰذَا مَا ضَمِنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ	یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے
لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ عَنْ	علی بن ابی طالب واسطے عمر بن خطاب کے
جِبْرِيْلَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنَّ عُمَرَ بْنِ	کہ رسُول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) نے
الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔	فرمایا، ان سے جبریل نے، ان سے اللہ تبارک و

تعالےٰ نے کہ عمر بن خطاب اہلِ جنّت کے چراغ ہیں۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا لکھا ہُوا فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیّت فرمائی کہ جب میری وفات ہو تو بعد غسل و تکفین یہ کاغذ میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب آپ شہید ہُوئے تو وہ کاغذ حسبِ وصیّت آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

(فصل الخطاب، الریاض النظرۃ ص۲۸۲، ازالۃ الخفا)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کی مذمّت کر رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا:

وَيْحَكَ اَتَعْرِفُ عَلِيًّا هٰذَا ابْنُ عَمِّهٖ	افسوس تجھ پر کیا تو (حضرت) علی کو نہیں
وَاَشَارَ اِلٰى قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	پہچانتا کہ وہ حضُور سیّد عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

لہ الریاض النضرہ ص۲۸/۲

وَاللّٰہِ مَا اٰذَیْتَ اِلَّا ھٰذَا فِیْ قَبْرِہٖ (صواعق محرقہ صـ ۱۷۵، زرقانی صـ ۱۱) وَسَلَّمَ کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم تو نے حضرت علی کی مذمّت کر کے اُن کو ایذا پہنچائی ہے۔ جو اس قبر میں آرام فرما ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہٗ قحط سالی کے وقت حضرت عبّاس رضی اللّٰہ عنہٗ کو ساتھ لے کر ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا فرماتے اور یوں کہتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْ (بخاری، مشکوٰۃ صـ ۱۳۲) اے اللّٰہ تیری بارگاہ میں ہم اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں تو فوراً بارش ہو جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللّٰہ عنہٗ حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہٗ کے عہدِ خلافت میں اُن کے دروازہ پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر دروازہ پر کھڑے ہوئے حاضر ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں اور اتفاق سے ان کو حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی۔ حضرت حسن رضی اللّٰہ عنہٗ یہ خیال کر کے کہ جب انہوں نے اپنے بیٹے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی، تو مجھے کب دیں گے؟ واپس آگئے۔

حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہٗ کو معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللّٰہ عنہٗ اس خیال سے واپس چلے گئے ہیں، تو آپ فوراً ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے تشریف لانے کی اطلاع نہ تھی۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ میں اس خیال سے واپس آگیا کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے؟

فرمایا کہ:

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْہُ وَھَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِی الرَّاْسِ بَعْدَ اللّٰہِ اِلَّا اَنْتُمْ (الصواعق المحرقہ صـ ۱۷۷) تم اس سے زیادہ اجازت کے مستحق ہو اور یہ بال سر پر اللّٰہ تعالیٰ کے بعد کس نے اگائے۔ سوا تمہارے یعنی تمہاری بدولت راہ راست پائی اور تمہاری برکت سے اس مرتبے کو پہنچے

اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا :

اِذَا جِئْتَ فَلَا تَسْتَاْذِنْ (صواعق محرقہ صد ۱۷۷) آپ جب تشریف لایا کریں تو بغیر اجازت آجایا کریں۔

ان روایات سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا اہلِ بیت کی توقیر کرنا، اور ان کا محب ہونا، روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں پاؤں سے اپنے کپڑے کے کنارے پر خاک جھاڑی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ کیا کرتے ہو؟ ابوہریرہ نے عرض کیا حضور مجھے معاف رکھیے! واللہ جتنے آپ کے مراتب میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ (اظہار السعادت)

مدینہ منورہ میں اُمِ خالد حسن و جمال میں ایک مشہور نوجوان عورت تھی۔ جس کا نکاح پہلے عبداللہ بن عامر کے ساتھ ہوا تھا، مگر اُس نے طلاق دے دی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسکے پاس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کی منگنی کا پیغام دے کر بھیجا حضرت ابوہریرہ شام سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ سب سے پہلے حضور سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مدینہ منورہ آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ نے ساری کیفیت بیان فرمائی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُمِ خالد کو ہماری طرف سے بھی پیام نکاح دینا۔ عرض کیا بہت اچھا۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ کی حضرت حسین، عباس بن علی، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن مطیع بن اسود رضی اللہ عنہم سے مُلاقات ہوئی، انہوں نے بھی اپنی اپنی طرف سے پیام دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت سے جا کر ملے اور اپنے آنے کا مقصد بیان کر کے ان تمام حضرات کا بھی پیام دیا۔ اُم خالد نے کہا کہ اب میرا ارادہ نکاح کرنے کا نہیں ہے، میں چاہتی ہوں کہ بیت اللہ میں مجاور بن کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں زندگی بسر کروں! آگے جو تمہارا مشورہ ہو؟ آپ نے فرمایا جوانی کی عمر میں بے شوہر کے رہنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اُم خالد نے کہا :

پھر تم ہی مشورہ دو کہ ان حضرات میں سے کس کے ساتھ نکاح کروں؟
حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ اس معاملے میں تم خود ہی بہتر سمجھ سکتی ہو! اُس نے کہا میں بغیر تمہارے مشورہ کے کسی کے ساتھ نہ کروں گی۔ فرمایا اگر تجھ کو میرے مشورہ پر اصرار ہے تو میں سبطِ رسُول اور قرۃ العینِ بتُول کے برابر کسی کو نہیں جانتا۔

اے ناقص العقل! مالِ دُنیا نظر میں نہ لا اور مصاہرت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی غنیمت جان! اور سردارانِ جنّت میں سے ایک کے ساتھ نکاح کر کے دونوں جہان میں سرفرازی حاصل کر!

اُمّ خالد نے مان لیا اور کہا بہتر ہے۔ حضرت حسن کو خبر کر دو کہ میں اُن کے ساتھ نکاح کروں گی۔ حضرت ابوہریرہ نے اطلاع کی اور اُسی روز نکاح ہو گیا۔ اِن واقعات کی حضرت امیر معاویہ کو اطلاع ہو گئی۔ حضرت ابوہریرہ جب واپس حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا ہم نے تمہیں منگنی کا پیغام دے کر بھیجا تھا، مگر تم نے وہاں پہنچ کر کیا کیا؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا، اُمّ خالد نے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا۔ سو میں نے اس کے حق میں جو نیک اور بہتر بات تھی وہ بتا دی۔ یہ سُن کر حضرت امیر معاویہ نے ایک شعر پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے ایسے محنت کرنے والے بھی ہیں جن کی محنت کا پھل گھر بیٹھنے والوں کو بے محنت ملتا ہے۔ (الموافقۃ لابن السمان، تحفۂ اثنا عشریہ)

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے، لوگوں نے ان سے کہا آپ عمر میں ان سے بڑے ہیں اور ان کی رکاب پکڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا حسین رسُول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بیٹے ہیں تو کیا اُن کی رکاب پکڑنا میرے لئے سعادت نہیں ہے؟ (تسوید القوس للشیخ ابن حجر)

حضرت عبداللہ بن حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما کے پاس کسی ضرورت کی وجہ سے گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

اِذَا کَانَ لَکَ حَاجَۃٌ فَاَرْسِلْ اِلَیَّ	آپ کو جب کوئی حاجت ہو تو کسی
اَوِ اکْتُبْ فَاِنِّیْ اَسْتَحْیِیْ مِنَ اللہِ اَنْ یَّرَاکَ	کو بھیج دیا کریں یا لکھ دیا کریں، مجھے اللہ تعالیٰ

علیٰ بابی (الصواعق المحرقہ ص۱۱۶، شفا شریف ص۳۹) سے شرم آتی ہے کہ آپ کسی ضرورت کے واسطے میرے دروازہ پر آیا کریں۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدالملک حج کو گیا، تو طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو چومنے کی بہت کوشش کی مگر کثرت ہجوم کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک منبر اس کے لئے رکھا گیا اور وہ اس کے اوپر بیٹھ کر لوگوں کے طواف کرنے اور حجرِ اسود کو چومنے کا نظارہ کرنے لگا۔ اس وقت اس کے ساتھ اہلِ شام کی ایک جماعت تھی اسی اثنا میں اچانک حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور طواف کرنے لگ گئے۔ جب حجرِ اسود کی طرف چلے تو لوگ فوراً خود بخود ہٹ گئے اور حضرت امام زین العابدین کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ امامِ عالی مقام نے بہ آسانی حجر اسود کو بوسہ دیا یہ دیکھ کر ایک شامی نے کہا یہ کون ہے؟ جس سے لوگ اس قدر ہیبت میں آ گئے ہیں، ہشام نے کہا میں تو اسے نہیں پہچانتا اور یہ اس نے ڈر سے کہا تھا کہ کہیں اہلِ شام آپ کے معتقد نہ ہو جائیں، اس وقت وہاں ابو فراس فرزدق شاعر بھی موجود تھا، کہنے لگا:

خدا کی قسم میں ان کو جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا اے ابا فراس! یہ کون ہیں؟ تو اس نے کہا ؎

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِفُهٗ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ ہے جس کو سرزمینِ مکہ وطائف اور بیت اللہ کے حلّ وحرم اس کے علوِ مرتبت کی وجہ سے خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ اس کا فرزند ہے جو اللہ کے تمام بندوں سے بہتر ہے۔ یہ خدا ترس، پاک و صاف اور نہایت بردبار ہے،

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتَ جَاهِلَهٗ

بِجَدِّهٖ اَنْبِيَاءِ اللهِ قَدْ خُتِمُوْا

یہ فرزند ہے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا، اگر تو نہیں جانتا تو جان لے اور اسی کے جدِّ امجد خاتم النّبیّن ہیں۔

اَللّٰهُ شَرَّفَهٗ قِدْمًا وَّعَظَّمَهٗ

جَرٰى بِذَالِكَ لَهٗ فِيْ لَوْحِهِ الْقَلَمُ

اللہ نے ازل سے ہی ان کو شرف و کمال بخشا اور بزرگ بنایا ہے اور اس بات میں ان کے لئے لوحِ محفوظ میں قلم چل چکا ہے۔

اِذَا رَاَتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا

اِلٰى مَكَارِمِ هٰذَا يَنْتَهِي الْكَرَمُ

جب قریش انکو دیکھتے ہیں تو کہتا ہے ان کا کہنے والا کہ انہی کے اخلاقِ حسنہ اور جود و کرم پر نہایت ہے

عَمَّ الْبَرِيَّةَ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ

عَنْهُ الْغَيَابَةُ وَالْاِمْلَاقُ وَالظُّلَمُ

یہ ان میں سے ایک ہیں جن کا ساری مخلوق پر احسانِ عظیم ہے اور انہیں کے سبب رنج و غم، افلاس اور ظلم دُور ہوا ہے۔

لَا يَسْتَطِيْعُ جَوَادٌ بُعْدَ غَايَتِهِمْ

وَلَا يُدَانِيْهِمْ قَوْمٌ وَّاِنْ كَرُمُوْا

کوئی بڑے سے بڑا سخی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ ان کی سخاوت کی انتہا کو پہنچ سکے اور نہ کوئی قوم، اگرچہ وہ کتنی ہی بخشش کرنے والی ہو۔

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا

تَسْتَوْكِفَانِ وَلَا يَعْرُوْهُمَا الْعَدَمُ

ان کے دونوں ہاتھ سخاوت کی بارش، محتاج کے مددگار ہیں جن کا فیض عام ہے۔ ہمیشہ برستے رہتے ہیں، اور نہ ہونا، کبھی ان کے پیش ہی نہیں آیا۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِہٖ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُہٗ نَعَمُ

انہوں نے کبھی لا (نہیں) تو کہا ہی نہیں بجز تشہد کے کہ نفی شریک باری تعالیٰ ہے
اور اگر تشہد میں لا نہ ہوتا تو ان کا وہ لا بھی نعم (ہاں) ہی ہوتا

یَنْمِیْ اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّذِیْ قَصُرَتْ
عَنْ نَیْلِہٖ عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

یہ وہ ہیں جنہوں نے عروج کیا ہے عزت کی ایسی بلندیوں پر کہ وہاں تک پہنچنے
سے تمام عرب وعجم کے لوگ قاصر ہیں۔

یَنْشَقُّ نُوْرُ الْهُدٰی مِنْ نُّوْرِ غُرَّتِہٖ
كَالشَّمْسِ یَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

اس کی پیشانی کے نور سے ہدایت کا نور ٹپکتا ہے جس سے تاریکی دور ہوجاتی ہے۔
جس طرح آفتاب کے طلوع ہونے سے تاریکیاں دور ہوجاتی ہیں۔

مُشْتَقَّةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ شُعْبَتُہٗ
طَابَتْ عَنَاصِرُہٗ وَالْخِیَمُ وَالشِّیَمُ

اسکی ذات رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ذات سے مشتق ہے اس لئے
اس کی اصل، اس کی عادتیں اور خصلتیں نہایت پاکیزہ اور عمدہ ہیں۔

سَهْلُ الْخَلِیْقَةِ لَا تُخْشٰی بَوَادِرُہٗ
یُزَیِّنُہٗ اثْنَانِ حُسْنُ الْخُلْقِ وَالشِّیَمُ

یہ ایسا نرم خو ہے کہ اس کے غضبناک ہونے کا خوف نہیں، اس کو دو چیزوں حسن
خلق اور مکارم اخلاق نے زینت دی ہے۔

یُغْضِیْ حَیَاءً وَّیُغْضٰی مِنْ مَّهَابَتِہٖ
فَمَا یُكَلَّمُ اِلَّا حِیْنَ یَتَبَسَّمُ

یہ تو حیا سے نگاہ نیچی رکھتا ہے اور لوگوں کی نگاہیں اس کی ہیبت سے جھک

جاتی ہیں اور کوئی اس سے کلام نہیں کرسکتا (بوجہ ہیبت کے) مگر جب کہ یہ تبسّم فرمائے

مِنْ مَّعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَّبُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَّ قُرْبُهُمْ مَنْجًى وَمُعْتَصَمٌ

یہ اس پاکیزہ گروہ کا ایک فرد ہے جن کی محبّت دین اور جن کا بغض کفر، اور جن کا قرب نجات اور پناہ میں آنا ہے۔

اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقٰى كَانُوْا اَئِمَّتَهُمْ
اَوْ قِيْلَ مَنْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ قِيْلَ هُمْ

اگر متقی لوگوں کا شمار کیا جائے، تو ان سب کے امام پیشوا یہی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ تمام روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے؟ تو کہا جائے گا کہ یہی لوگ ہیں۔

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ذِكْرُهُمْ
فِيْ كُلِّ بَدْءٍ مَّخْتُوْمٌ بِهِ الْكَلِمُ

اللہ کے ذکر کے بعد ان مقدس لوگوں کا ذکر مقدّم ہے، ہر کلام کی ابتدار اور انتہا میں

فَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَآئِرِهٖ
اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَالْعَجَمُ

تو تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے؟ اس کو ضرر پہنچانے والا نہیں، کیونکہ جس کا تونے انکار کیا اس کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔

مَنْ يَّعْرِفُ اللّٰهَ يَعْرِفُ اَوْلِيَتَهٗ
فَالدِّيْنُ مِنْ بَيْتِ هٰذَا نَالَهُ الْاُمَمُ

جو اللہ کو جانتا ہے، وہ اِن کی بزرگی بھی جانتا ہے۔ دینِ حق اِنہیں کے گھر سے تمام جہان کو نصیب ہُوا۔

اَيُّ الْخَلَائِقِ لَيْسَ فِيْ رِقَابِهِمْ
لِاَوْلِيَةِ هٰذَا اَوْلَهٗ نِعَمُ

مخلوقات میں سے کون لوگ ہیں جن کی گردن میں اس کے اور اس کے بزرگوں کے

احسانات و انعامات کے بار نہ ہوں۔

جب ہشام نے یہ سب کچھ سُنا تو اُس نے غضب ناک ہو کر فرزدق کے قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عسفان میں (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک کنواں ہے) فرزدق کو قید کر دیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بشفقت و محبت بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھیجے، تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ مَیں نے آپ کی تعریف اللہ تعالےٰ اور رسُولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو راضی کرنے اور اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے کی ہے نہ کہ بامید عطا و انعام، امام عالی مقام نے فرمایا فرزدق کو کہو کہ اگر تو ہم اہلِ بیت رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو دوست رکھتا ہے، تو اس کو واپس نہ کر بلکہ رکھ لے کیونکہ ہم اہلِ بیت نبوت، جس کسی کو کوئی چیز بخش دیتے ہیں، تو اس کو ہرگز واپس نہیں لیتے چنانچہ فرزدق نے وُہ درہم قبول کر لئے [۱] (حلیۃ اولایا ابونعیم صہ ۱۳۹/۳، الصواعق المحرقہ صہ ۱۹۸)

شیخ ابوسعید مادری نے ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ آپ تعظیم و توقیر اور احترامِ سادات میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک دن مجلس واحد میں چند بار تعظیماً کھڑے ہوئے اور سبب اس کا ظاہر نہ ہُوا۔ اہلِ مجلس نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اِن لڑکوں میں ایک لڑکا سیّد ہے جب اُس کو دیکھتا ہوں، تعظیم کو اُٹھتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جو صحبت و تلمذ اور علم اور طریقہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ کو حضرات آئمہ اہلِ بیت، امام محمدؐ باقر اور امام جعفر صادق اور زید بن علی بن حسین سے حاصل ہے وہ بیان سے مستغنی ہے اور امام ابوحنیفہ کے والد حضرت ثابت اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی زیارت کو گئے تھے تو حضرت نے اُن کے حق میں دعاءِ برکتِ اولاد فرمائی تھی، بموجب اس دعا کے حضرت

---

[۱] اگرچہ یہ روایت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ کے فضائل سے متعلق ہے اور اُن کے ذکر مبارک میں آنی چاہیئے تھی مگر چونکہ فرزدق کے اشعار میں حُبِّ اہلِ بیت کا ذکر ہے، لہٰذا اس باب میں ذکر کی گئی۔ المؤلف

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

امام الائمہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمُ
فَرْضٌ مِّنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ

اے اہلِ بیتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تم سے محبّت رکھنا اللہ نے قرآن میں جس کو اُس نے اتارا ہے فرض قرار دیا ہے۔

يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اِنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلٰوةَ لَهٗ

تمہاری عظمت و شان کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں۔ نیز فرماتے ہیں ؎

اِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلِيًّا فَاِنَّنَا
رَوَافِضُ بِالتَّفْضِيْلِ عِنْدَ ذِي الْجَهْلِ

جب ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی فضیلت کو بیان کیا تو بے شک ہم بیانِ تفضیل کے سبب سے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہو گئے۔

وَفَضْلُ اَبِيْ بَكْرٍ اِذَا مَا ذَكَرْتُهٗ
رُمِيْتُ بِنَصْبٍ عِنْدَ ذِكْرِيْ لِلْفَضْلِ

اور جس وقت ہم فضائل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں تو اُس وقت ہم پر ناصبی ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

قَالُوْا تَرَفَّضْتَ قُلْتُ كَلَّا
مَا الرَّفْضُ دِيْنِيْ وَلَا اِعْتِقَادِيْ

جن جاہلوں نے مجھ کو کہا کہ تو رافضی ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ حاشا میرا دین اور میرا اعتقاد رافضیوں کا سا نہیں ہے۔

لٰكِنْ تَوَلَّيْتُ غَيْرَ شَكٍّ
خَيْرَ اِمَامٍ وَّخَيْرَ هَادِیْ

لیکن اِس میں شک نہیں کہ مَیں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبّت رکھتا ہوں۔

اِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشْهَدِ الثَّقْلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

اگر آلِ محمّد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی محبّت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ بے شک مَیں رافضی ہُوں (سیرت الشافعی صہ ۲۲)

ف :۔ حُبِّ آلِ مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رفض نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ حُبِّ آلِ مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تو عین ایمان ہے جیسا کہ اوپر بیان ہُوا۔ بلکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تبرّا کرنا رفض و گمراہی اور بے دینی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ

حضرت ابوالحسن بن جبیر رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اُحِبُّ النَّبِیَّ الْمُصْطَفٰى وَابْنَ عَمِّهٖ
عَلِيًّا وَّسِبْطَيْهِ وَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ

مَیں محبوب رکھتا ہوں نبی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اور حضرت علی اور اُنکی اولاد اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللّٰہ عنہم کو۔

هُمْ اَهْلُ بَيْتٍ اُذْهِبَ الرِّجْسُ عَنْهُمْ
وَاَطْلَعَهُمْ اُفُقَ الْهِدَايَةِ اَنْجُمًا زَهْرًا

یہی اہلِ بیت ہیں جن سے ہر قسم کی ناپاکی دور کی گئی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اُن کو آسمانِ ہدایت پر روشن ستارے بنا کر چمکایا ہے۔

وَمَوَالَاتُهُمْ فَرْضٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ
وَحُبُّهُمْ اَسْنَى الذَّخَائِرِ لِلْاُخْرٰى

اُن کی محبّت فرض ہے ہر مُسلمان پر، اور اُن کی محبّت بہترین اور بُلند ترین ذخیرہ ہے آخرت کے لئے۔

وَمَا اَنَا لِلصَّحْبِ الْكِرَامِ بِمُبْغِضٍ
فَاِنِّیْ اَرَى الْبَغْضَاءَ فِیْ حَقِّهِمْ كُفْرًا

اور مَیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والا نہیں ہوں، کیونکہ مَیں ان سے بغض رکھنا کفر سمجھتا ہوں۔

هُمْ جَاهَدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ
وَهُمْ نَصَرُوْا دِیْنَ الْهُدٰى بِالظُّبَا نَصْرًا

اُنہوں نے اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کیا جیسا کہ اس کا حق تھا اور اُنہوں نے دین ہدایت کی ایسی مدد کی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔

عَلَيْهِمْ سَلَامُ اللّٰهِ مَا دَامَ ذِكْرُهُمْ
لَدَى الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَاَكْرِمْ بِهٖ ذِكْرًا

ان پر اللہ تعالےٰ کا سلام ہو جب تک ان کا ذکر ملأ اعلیٰ میں ہوتا رہے اور یہ ذکر کس قدر مکرّم و معظّم ہے۔ (نور الابصار صہ ۱۲۷)

شیخ اکبر محیّ الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فَلَا تَعْدِلَ بِاَهْلِ الْبَيْتِ خَلْقًا
فَاَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ اَهْلُ السِّيَادَةِ

کہ اہلِ بیت کے ساتھ تم کسی مخلوق کو برابر نہ کرو کیونکہ اہلِ بیت ہی اہلِ سیادت ہیں۔

فَبُغْضُهُمْ مِّنَ الْاِنْسَانِ خُسْرٌ
حَقِيْقِیٌّ وَّحُبُّهُمْ عِبَادَةٌ (نور الابصار صہ ۱۲۸)

ان کی دشمنی انسان کے لئے حقیقی گھاٹا ہے، اور اُن کی محبّت و الفت عبادت ہے۔

شاہ غلام علی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے محبّت اہلِ بیت موجب ایمان اور سرمایہ بقائے تصدیقِ ایمان ہے میرا کوئی عمل سوائے ان حضرات کی محبّت کے وسیلۂ نجات نہیں (ملفوظات)

حضرت شیخ امان پانی پتی شارح لوائح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سرمایہ درویشی پیش ما دو چیز است تہذیبِ اخلاق و محبّت خاندان پیغمبر صلّی اللہُ علیہ وسلّم۔	کہ سرمایہ درویشی میرے نزدیک دو چیزیں ہیں ایک تہذیبِ اخلاق دوسری محبت اہلِ بیت نبوت صلّی اللہُ علیہ وسلّم۔
(اخبار الاخیار صہ ۲۴۱)	

چنانچہ وہ اسی غلبۂ محبّتِ اہل بیت کی وجہ سے ساداتِ کرام کی بے حد تعظیم کرتے یہاں تک کہ بوقتِ درس و تدریس بھی اگر کسی سیّد لڑکے کو دیکھ لیتے، اگرچہ وہ بچّوں کے ساتھ کھیل رہا ہوتا تو احتراماً کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ نظروں کے سامنے رہتا کھڑے رہتے، ہرگز نہ بیٹھتے۔ (اخبار الاخیار صہ ۲۴۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں نے ارواح اہلِ بیت نبوت کو خطیرۃ القدس میں باتم وجہ و اجمل وضع مشاہدہ کیا ہے، اور سمجھا کہ اُن کو بُرا جاننے والا بڑے خطرے میں ہے۔" (تفہیمات)

حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام سلسلے صوفیائے اہلِ سُنّت کے طریقت میں منتہی ہوتے ہیں ائمّۂ اہلِ بیت پر، لہٰذا یہ حضرات اہلِ بیت جمیع فرق اہلِ سُنّت کے پیر و مرشد ہیں، اور جاننا چاہیئے کہ اہلِ سنّت کے نزدیک پیر و مرشد کی عظمت و وقعت کس مرتبے پر ہے۔ اور وہ پیروں سے کیسی عقیدت و محبّت رکھتے ہیں کہ ان کے بغض و اہانت کو ارتدادِ طریقت جانتے ہیں تو انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ اس علاقہ سے اہلِ سُنّت کو اہلِ بیت نبوت سے کس قدر عقیدت و محبّت ہو گی۔ لہٰذا بغضِ اہلِ بیت کی نسبت اہلِ سنّت کی طرف کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے

اور یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی نور کو ظلمت اور آفتاب کو تاریک کہے (تحفۂ اثنا عشریہ)

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وگوئیم چگونہ عدمِ محبّت اہلِ بیت برحق اہلِ سُنت گمان بردہ شود کہ آں محبّت نزد ایں بزرگواراں جزو ایمان است و سلامتیٔ خاتمہ را بثبوخ آں محبّت مربوط ساختہ اند........ محبّت اہلِ بیت سرمایۂ اہلِ سُنّت است مخالفاں ازیں معنیٰ غافل اند و از محبّت ایشاں جاہل، جانبِ افراط را خود اختیار کردہ اند و ماورأ افراط را تفریط انکاشتہ حکم بخروج نمودہ اند و مذہب خوارج انکاشتہ اند۔ نہ دانستہ اند کہ درمیان افراط و تفریط حدیست وسط کہ مرکز حق است و موطنِ صدق کہ نصیب اہلِ سُنّت گشتہ است۔

شَکَرَ اللہ تعالیٰ سَعْیَھُمْ

ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گمان کیسے کیا جاتا ہے کہ اہلِ سنّت کو اہلِ بیت سے محبّت نہیں جب کہ یہ محبّت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبّت کے راسخ ہونے پر موقوف ہے۔ اہلِ بیت کی محبّت تو اہلِ سُنّت کا سرمایہ ہے مگر مخالفین اس حقیقت سے غافل اور اہلِ بیت کی محبّت متوسطہ سے جاہل ہیں، انہوں نے جانبِ افراط کو اختیار کیا اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم لگا دیا اور سب کو خارجی سمجھ لیا، یہ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حدِ وسط ہے جو مرکزِ حق اور موطنِ صدق ہے جو اہلِ سُنّت کو نصیب ہُوا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کا بدلہ دے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے مجھ سے فرمایا کہ "تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ایک مشابہت ہے۔ اُن سے یہود نے بغض کیا، یہاں تک کہ اُن کی والدہ ماجدہ پر زنا کی تہمت لگائی اور نصاریٰ اُن کی محبّت میں ایسے حد سے گزرے کہ اُن کی خدائی کے معتقد ہو گئے" ہوشیار میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔

یُحِبٌّ مُّفْرِطٌ یُّفْرِطُنِیْ بِمَا لَیْسَ — ایک زیادہ محبّت کرنے والا جو مجھے

فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَانِي عَلٰى اَنْ يَّبْهَتَنِي (احمد، مشکوٰۃ صد ۵۶۵)

میرے مرتبہ سے بڑھائے اور حد سے تجاوز کرے گا، دوسرا بغض رکھنے والا جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں۔

يُحِبُّنِيْ اَقْوَامٌ حَتّٰى يَدْخُلُوا النَّارَ فِيْ حُبِّيْ وَيُبْغِضُنِيْ اَقْوَامٌ حَتّٰى يَدْخُلُوا النَّارَ فِيْ بُغْضِيْ۔
(الریاض النضرہ صد ۲۸۹/۲)

بہت سی قومیں میری محبّت میں غلو کرنے کی وجہ سے اور بہت سی قومیں میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گی۔

فائدہ :- امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات سے معلوم ہُوا کہ رافضی و خارجی دونوں گمراہی و ہلاکت کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ رافضی حد سے بڑھا دیتے ہیں اور خارجی بغض و عناد رکھتے ہیں۔ صراطِ مستقیم پر اہلِ سُنّت ہیں جو نہ بغض رکھتے ہیں اور نہ حد سے بڑھاتے ہیں۔ بلکہ آپ کے مرتبہ و مقام کے مطابق آپ سے عقیدت و محبّت رکھتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتاب "نہج البلاغۃ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا ارشادِ گرامی بھی موجود ہے جو ہدیۂ قارئین ہے۔

سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مُفَرِّطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوْهُ وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ

میرے معاملے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے ایک محبّت کرنے والا حد سے بڑھانے والا وہ محبّت اس کو غیرِ حق کی طرف لے جائے گی۔ دوسرا بغض رکھنے والا حد سے کم کرنے والا وہ بغض اس کو خلافِ حق کی طرف لے جائے گا اور سب سے بہتر حال میرے معاملے میں درمیانی جماعت کا ہے پس اس درمیانی حالت کو اپنے لئے

كَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ ضروری سمجھو اور سوادِ اعظم بڑی جماعت (اہلِ سُنّت) کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ

(نہج البلاغۃ)

اسی جماعت پر ہے اور خبردار اس جماعت سے الگ نہ ہونا کیونکہ جو انسان جماعت سے الگ ہوگا، وہ اُسی طرح شیطان کا شکار ہوگا جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے اس ارشاد سے واضح طور پر ثابت ہُوا کہ آپ کی محبّت وہی باعثِ نجات ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو اور پھر آپ نے یہ تصریح بھی فرما دی کہ میرے متعلق وہی عقیدہ و نظریہ رکھو جو سوادِ اعظم یعنی مُسلمانوں کی بڑی جماعت کا ہے۔ کیونکہ اس جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور اس جماعت سے علیٰحدگی ہلاکت و تباہی کا سبب ہے بلاشبہ سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت ہیں اور وہی حق پر ہیں[۱]۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ احسانہ

---

[۱] قارئین کرام کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ بالخصوص وطن عزیز پاکستان میں کچھ خارجی اور ناصبی ٹولے خود پر سوادِ اعظم ہونے اور اہل سنّت و جماعت کے مدعی ہونے کا لیبل لگا کر حقیقت حال سے بے خبر سادہ لوح عوام کو بہکانے اور راہِ حق سے بھٹکانے میں مشغول ہیں اور ان کی سازشی کارروائیاں جہاں لوگوں کو گمراہ کر رہی ہیں، وہاں انتشار و افتراق اور فتنہ و فساد کا بھی موجب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے والدِ گرامی مجدّدِ مسلک اہلِ سنّت عاشق رسُول محبِّ صحابہ و آلِ بتول خطیب پاکستان حضرت مولانا محمّد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریری و تقریری طور پر اظہارِ حقیقت کا حق ادا کیا ہے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی زندگی بھر کی محنتیں اور کاوشیں انشاء اللہ اپنا اثر باقی رکھیں گی اور خلقِ خدا کی ہدایت و بھلائی ہوتی رہے گی۔ ان دونوں باطل ٹولوں کی سازشوں اور حقائق سے آگہی کے لیے ابا جان قبلہ کی تصانیف "امامِ پاک اور یزیدِ پلید" اور "تعارف علمائے دیوبند" کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور میری تصانیف "دیوبند سے بریلی" اور "سفید و سیاہ" بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خادم اہلِ سُنّت: کوکبِ نورانی رَا احمد شفیع

فضائلِ اہلِ بیتِ اطہار

اہلِ بیت نبوت کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کی شان میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند بالترتیب ہدیۂ قارئین ہیں۔

قرآنی آیات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(۱) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (قرآن کریم)

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اس آیۂ کریمہ میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔ اوّل یہ کہ اہلِ بیت سے یہاں کون مُراد ہیں۔ دوم یہ کہ رجس (ناپاکی) سے کیا مُراد ہے۔ سوم یہ کہ تطہیر کیا ہے۔

اِس آیت کے سیاق و سباق پر نظر کی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ بیت سے مُراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ازواج مطہرات ہیں۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ خطاب صریح طور پر موجود ہے اور "بُیُوت" کی نسبت (وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اور وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ بھی آیت ہٰذا سے پہلے اور بعد) انہی کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن میں اہلِ بیت کا اطلاق بیویوں پر ہُوا ہے۔ سورۂ ہود میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بیوی حضرت سارہ کو خطاب کرتے ہُوئے فرمایا: اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ سورۂ طلاق میں مطلقہ عورت کے متعلق فرمایا وَلَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ سورۂ یوسف میں بھی بیت کی نسبت زلیخا کی طرف کرتے ہُوئے فرمایا: وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اہلِ بیت سے مُراد صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ

عَنہُنّ کو ہی لیتے ہیں اور بعض لوگ اہلِ بیت سے مُراد صرف حضرتِ خاتونِ جنّت فاطمہ زہرا، حضرت علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو لیتے ہیں۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ حُضور صلّی اللہ عُلَیہِ وَسَلَّمْ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر شریف میں لے کر فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا اور جب آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اَلصَّلٰوۃُ اَھْلَ الْبَیْتِ اور پھر آیت تطہیر پڑھتے۔ وغیرہ۔

اِس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حُضور صلّی اللہ عُلَیہِ وَسَلَّمْ کا خاص طور پر ان کو اپنا اہلِ بیت فرمانا اور آیۃ تطہیر پڑھنا اسی لئے تھا کہ کوئی ان کو اہلِ بیت سے خارج نہ سمجھے۔ اِسی لئے مسلک حقہ یہی ہے کہ ازواج مطہرات اور حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین اور دوسرے اقارب مثلاً حضرت عباس و جعفر و حمزہ رضی اللہ عنہم سب اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

اذھابِ رجس اور تطہیر: "رجس" کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے آیاتِ ذیل میں غور فرمائیں :-

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (۷/۲)

اے ایمان والو یہ شراب اور جوا اور بُت اور پانسے سب (رجس) ناپاک ہی ہیں (اور) شیطانی کام ہیں۔

اِس آیت میں شراب۔ جوئے۔ بُتوں اور جوئے کے تیروں کو "رجس" فرمایا گیا ہے۔

اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ (۸/۵)

مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا ہُوا خون یا سُئور کا گوشت کیونکہ وہ (رجس) سخت گندہ (نجاست) ہے۔

وَاُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

اور تمہارے لیے بے زبان چوپائے حلال کئے گئے سوائے اُن کے جن کا (حرام ہونا)

مِنَ الْاَوْثَانِ (۱۷/۱۱) تمہیں سُنایا گیا ہے، سو بچو (رجس) بتوں (کے نام پر جانور ذبح کرنے) کی گندگی سے۔

اِن دونوں آیتوں میں مردار، بہتا ہُوا خون، لحم خنزیر اور بتوں کے نام پر ذبح کئے ہُوئے جانور کو (رجس) فرمایا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْھُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِھِمْ (۱۱/۵) اور جن کے دلوں میں (نفاق) کا مرض ہے تو بڑھا دی اس (سورۃ) نے اِن میں (رجس) پہلی پلیدی پر اور پلیدی۔

کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۲/۸) اسی طرح اللہ اِن لوگوں پر ڈال دیتا ہے (رجس) ناپاکی جو ایمان نہیں لاتے۔

فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمْ اِنَّھُمْ رِجْسٌ (۳/۱۱) سو ان (منافقوں) کا خیال چھوڑ دو کیونکہ وُہ (رجس) ناپاک ہیں۔

وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (۱۵/۱۱) اور وُہ ڈال دیتا ہے (رجس) گندگی اُن پر جو عقل و فہم سے کام نہیں لیتے۔

اِن آیات میں نفاق، منافقین، گندگی اور ناپاکی کو "رجس" فرمایا گیا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ (۱۶/۸) فرمایا (ہود علیہ السّلام نے) واجب ہوگیا ہے تم پر تمہارے ربّ کی طرف سے (رجس) عذاب اور غضب۔

اس آیت میں عذابِ الٰہی کو "رجس" فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شراب، جوا، مُردار، جاری خون، لحم خنزیر، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہُوا جانور، منافقین اور منافقت، بے دینی و بے ایمانی، عذابِ الٰہی وغیرہ پر "رجس" کا اطلاق ہُوا ہے۔

آیۂ تطہیر کے شروع میں اِنَّمَا ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اپنے ارادے سے جو قدیم ہے، چاہا ہے کہ اہلِ بیت کو اِن تمام برائیوں سے پاک رکھے اور ختم آیت پر تَطْھِیْرًا کی

تنوین تعظیم و تکثیر کے لئے ہے یعنی معمولی طہارت نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام کو اِن تمام اعتقادی و عملی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزّہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز و فائق ہیں۔ اِس طہارتِ کامل کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی طرح معصوم نہیں ہاں محفوظ ضرور ہو گئے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو یہ باطنی خلافت عطا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ معدن ولایت اور مرجع سلاسل اولیاء اُمت ہوئے۔

اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں بغرض مناظرہ حاضر ہوا انہوں نے آکر عرض کیا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم نے فرمایا وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول اور اس کے کلمہ ہیں جو کنواری بتول مریم کی طرف القا کئے گئے تھے۔ اُنہوں نے کہا وہ تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا آپ نے کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ فرمایا اگر یہی دلیل اُن کے ابن اللہ ہونے کی ہے تو پھر آدم علیہ السّلام کے متعلق تمہیں بدرجۂ اولیٰ یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوتے تھے اور عیسیٰ علیہ السّلام کی تو پھر بھی والدہ تھیں، باوجود اس کے کہ اُن کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا۔ محض ہٹ دھرمی کرتے ہوئے جھگڑنے لگے تو آپ نے اُن کو دعوتِ مباہلہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۲) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ

میرے حبیب! اِن سے فرما دیجئے کہ آؤ ہم اور تم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ (آلِ عمران)

اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں۔

اُنہوں نے تین دن کی مہلت مانگی، تین دن کے بعد وُہ نہایت شاندار پوشاکیں پہن کر اور اپنے بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لے کر آئے، اِدھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اِس شان سے تشریف لائے کہ گود میں بائیں طرف شہیدِ کربلا امام حسین رضی اللہ عنہٗ ہیں اور دائیں طرف آپ کا دستِ مُبارک پکڑے ہُوئے امام حسن رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ خاتونِ جنّت سیّدہ فاطمہ زہرا اور فاتحِ خیبر شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں پیچھے پیچھے ہیں اور حُضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ان سے فرما رہے تھے کہ جب مَیں دعا کروں تو تم سب آمین، آمین کہنا۔ پھر حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اللہ ربّ العزّت کے دربار میں عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ۔

اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔

عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے جب یہ حَسین و بے نظیر منظر دیکھا تو پُکارا۔ اے عیسائیو!

اِنِّیْ لَاَرٰی وُجُوْھًا لَوْسَاَلُوا اللّٰہَ اَنْ یُّزِیْلَ جَبَلًا لَاَزَالَہٗ مِنْ مَّکَانِہٖ فَلَا تَبْتَہِلُوْا فَتَھْلِکُوْا وَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ نَصْرَانِیٌّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَقَالُوْا یَا اَبَا الْقَاسِمِ قَدْ رَأَیْنَا اَنْ لَّا نُبَاھِلَكَ وَاَنْ تَتْرُكَكَ عَلٰی دِیْنِكَ وَتَتْرُكُنَا عَلٰی دِیْنِنَا۔

بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا دے گا خدا کے لئے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے، اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیں۔

پھر اُنہوں نے جزیہ وغیرہ دینے پر صلح کر لی ۔
حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا خدا کی قسم عذابِ الٰہی اُن کے قریب آ گیا تھا اگر مباہلہ ہو جاتا تو یہ سب بندر اور سُوّر بن جاتے' اور ان کا جنگل آگ سے بھڑک اُٹھتا اور نجران کے چرند و پرند تک نیست و نابود ہو جاتے ۔
(تفسیر کبیر ص۴۸۸ و خازن و مدارک ص۲۴۲)
یہ آیت اہلِ بیت نبوت کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا بالکل غلط' جہالت اور مبنی بر عداوت ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ایک ہی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ اگر ان کے علاوہ اور بھی ہوتیں تو وہ بھی مباہلہ میں شریک ہوتیں ۔ نیز اگر صحابہ کرام بھی کسی عظمت و شان کے مالک ہوتے تو حضور ان کو بھی ساتھ لاتے۔ اس لیے کہ یہ کتاب حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں' چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور و معروف کتب مثلاً نہج البلاغۃ' اصول کافی حیات القلوب ۔ تحفۃ العوام وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَهْلِ الْعِلْمِ رہا یہ کہ پھر وہ مباہلہ میں شریک کیوں نہیں ہوئیں تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ واقعۂ مباہلہ سے قبل ان کا انتقال ہو چکا تھا ۔ حضرت رقیہ کا سنہ ۲ھ میں اور حضرت زینب کا سنہ ۸ھ میں اور حضرت اُمّ کلثوم کا سنہ ۹ھ میں انتقال ہُوا اور مباہلہ سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے ۔ (رضی اللہ عنہنّ)
اور یہ کہنا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اپنے صحابہ کو ساتھ نہیں لائے' تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مباہلہ میں اپنے صحابہ کو ساتھ نہیں لائے تو اس میں ایک بہت بڑی حکمت تھی اگرچہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اپنے اپنے بیٹوں کے ساتھ مباہلہ میں تشریف لائے ۔ چنانچہ حضرت امام محمّد الباقر رضی اللہ عنہ اسی آیت مباہلہ کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

فجاء بابی بکر وولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ
پس حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اپنے اپنے بیٹوں کے ساتھ تشریف لائے۔
(ابن عساکر - تفسیر درمنثور صفحہ ۴۰)

یہ تو خود اہلِ بیت نبوت کے گھر کی شہادت ہے اگر کوئی اس کو بھی نہ مانے تو سوال یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی دس سالہ زندگی میں کفار و مشرکین کے ساتھ جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کن لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر کفار کے مقابلے میں نکلتے رہے ؟ ساری دنیا کے حقیقت پسند لوگوں کو اس کا اعتراف ہے کہ وہ آپ کے صحابہ کرام ہی تھے جنہوں نے بڑے بڑے معرکوں میں ان بے مثال قربانیوں اور جاں نثاریوں کا مظاہرہ کیا جس کی دُنیا کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ آج بھی تاریخ اسلام کے صفحات اُن کے عظیم الشان کارناموں سے جگمگا رہے ہیں۔ اگر ان نفوس قدسیہ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مباہلہ میں ساتھ نہیں لے گئے تو اس سے اُن کی توہین و تنقیص کا کوئی پہلو نہیں نکلتا اور نہ ہی ان کی عظمت و شان میں کوئی فرق آتا ہے۔

بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا صرف اپنے اہلِ بیت کو لے جانا آپ کی نبوّت و صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس طرح کہ وہاں جھوٹوں کے لیے لعنت و ہلاکت کی بد دُعا ہونی تھی اور اگر آپ صرف اپنے صحابہؓ کو لے جاتے تو عیسائی یہ کہہ سکتے تھے کہ شاید اُن کو عذابِ الٰہی اور اپنی ہلاکت کا خوف ہے اس لئے اپنے بچوّں کو نہیں لاتے اور اُن کو بچا لیا۔ حالانکہ ان کے ربّ کا حکم ہے۔

اس لئے آپ صرف اپنی اولاد کو ہی میدان مباہلہ میں لائے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ آپ کو اپنی نبوت و صداقت پر پورا پورا یقین ہے۔ اگر ادنیٰ سا شبہ بھی ہوتا تو اپنے اور اپنے بچوّں کے لئے لعنت و ہلاکت کی دعا کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ عیسائیوں کو اپنے عقیدہ کی سچائی پر یقین نہیں تھا ورنہ وہ کبھی مباہلہ سے اعراض نہ کرتے۔

(۳) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا مددگار

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ
تو اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں دراں حالے کہ وہ رکوع کرنے والے یا خشوع و خضوع کرنے والے ہیں۔ (تفسیر دُرِّ منثور صـ۲۹۳)

اِس آیت کے شانِ نزول اور کس کے حق میں یہ نازل ہُوئی اس میں شیعہ وسُنّی کا اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی شان میں نازل ہُوئی جب کہ انہوں نے بحالتِ رکوع اپنی انگوٹھی ایک سائل کو عطا فرمائی تھی۔

اہلِ سُنّت کہتے ہیں کہ یہ آیت مہاجرین و انصار کے حق میں نازل ہُوئی اور حضرت علی بھی ان میں سے ہیں اور آیت میں جمع کے صیغے اس کے مؤید ہیں۔

نیز شیعہ اس آیت سے حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِنَّمَا کلمہ حصر کا ہے اور وَلِی بمعنے متصرف در امور ہے' اور یہ تصرف عام ہے یعنی سب مُسلمانوں میں تصرف کرنا مُراد ہے جو امامت کے مساوی ہے اور یہ ولایت اللہ اور اُس کے رسُول کی ولایت سے ملی ہُوئی ہے پس حضرت علی کی ولایت و امامت ثابت ہُوئی اور بسبب فائدہ حصر کے غیر کی یعنی خلفاء ثلٰثہ کی امامت کی نفی ثابت ہوئی۔

اہلِ سُنّت وجماعت نے اس کا نہایت نفیس اور مسکت جواب دیا ہے' اور وہ یہ ہے کہ اگر اس دلیل کو اِنَّمَا کلمہ سے جو مفیدِ حصر ہے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے غیر کی امامت کی بھی نفی ہوتی ہے تو اسی دلیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے بعد والے ائمہ کی امامت کی بھی تو نفی ہو گی۔ اس سے اگر اہلِ سنّت کے تین اماموں کی امامت جاتی ہے تو شیعوں کے گیارہ اماموں کی امامت جاتی ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

(۴) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (قرآن کریم) وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ فَقَالَ اَنَا الْمُنْذِرُ ثُمَّ اَوْمَأَ
سوائے اس کے نہیں کہ اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ڈرسنانے والے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ

اِلٰی مَنْکَبِ عَلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَقَالَ اَنْتَ الْھَادِیْ اَلْمُھْتَدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ (تفسیر درِّ منثور صفحہ ۴۸ ج ۴، کنز الاعمال صفحہ ۱۵۷ ج ۶، تفسیر کبیر صفحہ ۱۹ ج ۵) پر دستِ مُبارک رکھا اور فرمایا کہ میں منذر ہوں اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔

یعنی ولایت کے سلسلے تجھ سے جاری ہوں گے اور اُمت کے اولیاء و علماء اور اغوات و اقطاب تجھ سے فیض حاصل کریں گے اور آگے اپنے مریدوں کو فیض پہنچائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہو گئے۔ حُضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مع صحابہ کرام بیمار پرسی کو تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا کہ تمہارے فرزند بیمار ہیں، تم اللہ کے لئے کوئی نذر مانو۔ چنانچہ حضرت علی اور حضرت سیّدہ خاتون جنّت اور آپ کی لونڈی فضہ سب نے تین روزوں کی نذر مانی، دونوں شہزادے اللہ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہوئے تو تینوں نے روزے رکھے۔ جس دن روزہ رکھا اُس دن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ شمعون خیبری یہودی کے پاس گئے اور چند سیر جَو بطور قرض لائے۔ سیّدہؓ نے اس میں سے کچھ جَو چکی میں پیسے اور گھر کے پانچ آدمیوں کے حساب سے شام کی روٹیاں پکائیں اور افطار کے وقت لا کر سامنے رکھیں۔ ابھی لقمہ لے کر مُنہ میں نہ ڈالا تھا کہ دروازے پر آ کر ایک فقیر نے سوال کیا کہ سلامتی ہو تم پر اے اہلِ بیتِ رسول اللہ! میں ایک مسکین مُسلمان ہُوں تمہارے دروازے پر آیا ہُوں۔ مجھے کھانا دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنّت کے خوانوں پر کھلائے گا! یہ سُن کر ان مُقدس حضرات نے وہ ساری روٹیاں اس مسکین سائل کے حوالے کر دیں اور خود پانی پی کر سو رہے۔ دوسرے روز پھر روزہ رکھا اسی طرح کچھ جَو پیس کر شام کو کھانا تیار کیا۔ افطار کے وقت ایک یتیم آ گیا۔ وہ روٹیاں اس کو دے دیں اور پانی پی کر تیسرے دن کا بھی روزہ رکھ لیا۔ تیسرے دن ایک غلام آیا اور ساری روٹیاں اس کے حوالے کر دیں۔ چوتھے روز صبح کو اُٹھے تو بھوک کی شدّت اور ضعف

سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی۔ حضور پرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرات حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت سیّدہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ حضور نے ان سب کی حالت دیکھی تو بہت بے قرار ہوئے۔ یہاں تک کہ آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آپؐ نے صبر کی تلقین فرمائی اس وقت جبریل امین علیہ السّلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اہلِ بیتِ رسول اللہ تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لہ

(۵) يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۔ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا

(یہ ہیں وہ لوگ) جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبّت پر مسکین و یتیم اور اسیر کو اور اُن سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا حاصل کرنے کو کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں چاہتے، بے شک ہمیں اپنے ربّ سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور اُنہیں تازگی اور شادمانی عطا فرمائی اور ان کے صبر پر انہیں جنّت اور ریشمی کپڑے صلے میں دیے جنّت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور وہاں دھوپ اور ٹھٹھر نہ دیکھیں گے اور بہشتی درختوں کے سائے اُن پر چھائے ہوئے

لہ تفسیر کبیر صـ۲۷۶/۸، خازن و مدارک صـ۳۴۴/۴، الریاض النضرۃ صـ۳۰۲/۲ تفسیر روح البیان صـ۵۴۶/۶

تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَّسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (الدھر)

ہوں گے۔ اور ان کے میووں کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے اور ان پر چاندی کے برتنوں اور آب خوروں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔ کیسے شیشے چاندی کے، ساقیوں نے انہیں پورے اندازے پر رکھا ہوگا اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی، وہ ادرک کیا ہے جنّت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں، اور اُن کے ارد گرد خدمت میں پھریں گے۔ ہمیشہ رہنے والے حسین لڑکے، جب تو انہیں دیکھے گا تو گمان کرے گا کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے، اور جب تو دیکھے تو دیکھے ایک نعمت اور سلطنت بڑی، اُن کے بدن پر ہوں گے کریب کے سبز کپڑے اور گاڑھے ریشم کے اور اُنہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور پلائے گا اُن کو اُن کا ربّ پاک شراب اور اُن سے کہا جائے گا کہ یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری محنت خوب ٹھکانے لگی۔

(۶) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب)

بے شک اللّٰہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں غیب بتانے والے (نبی) (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پر اے ایمان والو تم بھی ان پر دُرُود اور خُوب سلام بھیجو۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللّٰہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، یارسُول اللّٰہ!

قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ

بے شک اللّٰہ تعالیٰ نے ہمیں سکھا دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کس طرح پڑھیں، اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح

مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (مشکوٰۃ صہ ۸۶)

پڑھیں ؟ تو فرمایا تم یوں کہو اے اللہ درود بھیجو حضرت محمدؐ اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم اور اُن کی آل پر بے شک تو حمید و مجید ہے۔

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکمِ درود میں اپنے ساتھ اپنے اہلِ بیت کو بھی اپنی تبعیت میں ملایا ہے۔ چنانچہ فرمایا :

لَا تُصَلُّوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ الْبَتْرَاءَ فَقَالُوْا وَمَا الصَّلٰوةُ الْبَتْرَاءُ ؟ قَالَ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّتَمْسِكُوْنَ بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ (الصواعق المحرقہ صہ ۱۴۴)

مجھ پر کٹا ہُوا درود نہ بھیجا کرو۔ حاضرین نے عرض کیا کٹا ہُوا درود کیا ہے ؟ فرمایا صرف یہ کہنا اللھم صل علی محمدؐ۔ بلکہ یوں کہا کرو اللھم صل علی محمدؐ و علی آل محمدؐ۔ یعنی آل کا نام لئے بغیر پڑھنا کٹا ہُوا اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا پورا درود ہے۔

(۷) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

اور وُہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسُولوں پر پس وہی لوگ کامل سچے اور اوروں پر گواہ ہیں۔ اُن کے لیے اُنکے رب کے پاس اُنکا اجر اور نور ہے۔

بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ خصوصاً آٹھ صحابۂ کرام کی شان میں نازل ہُوئی جن میں ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔ (تفسیر کبیر صہ ۹۵/۸ و تفسیر خازن صہ ۲۳/۴)

(۸) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ (قرآن کریم)

تو کیا وہ شخص کہ جو مومن ہے وُہ اس جیسا ہو جائے گا جو فاسق ہے ؟ یہ برابر نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومن سے مراد حضرت علی ہیں اور فاسق سے مُراد ولید بن عتبہ ہے اِن دونوں کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔

تو ولید نے حضرت علی سے کہا کہ چُپ رہو کیونکہ تم ابھی بچّے ہو اور میں جہاں دیدہ ہیں زبان درازی، اور نیزہ چلانے میں تم سے زیادہ تیز اور تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا خاموش رہ کیونکہ تو فاسق ہے! مُراد یہ تھی کہ جن باتوں پر تو ناز کرتا ہے ان میں کوئی بات بھی قابل مدح نہیں، انسان کا شرف ایمان و تقویٰ میں ہے جسے یہ دولت میسر نہیں وہ بدنصیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی کہ وہ فاسق مردود ہے اور علی مومن ومقبول ہیں، لہذا ان میں برابری کس طرح ہو سکتی ہے؟ (تفسیر خازن صہ ۴۴۷ والریاض النضرہ صہ ۲۷۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت علی سے فرمایا تم دعا کرو کہ اے اللّٰہ! مجھے اپنی بارگاہ سے عہد عطا فرما اور مجھے اپنے نزدیک مستحق محبّت بنا لے اور مومنوں کے دل میں بھی میری محبّت ڈال دے۔ حضرت علی نے دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔

(۹) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (تفسیر درمنثور صہ ۲۸۷)

بے شک وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے تو (پیدا) کر دے گا رحمٰن اُن کے لئے (لوگوں کے دلوں میں) محبّت۔

حضرت محمّد بن حنفیہ رضی اللہ عنہٗ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

لَا یَبْقٰی مُؤْمِنٌ اِلَّا وَفِیْ قَلْبِهٖ وُدٌّ عَلِیٍّ وَّاَهْلِ بَیْتِهٖ۔ (زرقانی علی المواہب صہ ۱۴ ، الصواعق المحرقہ صہ ۱۰۷، الریاض النضرہ صہ ۲۷۴)

کہ کوئی مومن ایسا باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں حضرت علی اور آپ کے اہل بیت کی محبّت نہ ہوگی۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمّد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شب ہجرت حضور صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرائیل و میکائیل سے فرمایا کہ دیکھو علی میرے حبیب محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) پر جان فدا کر رہا ہے جاؤ! جا کر ساری رات اس کی حفاظت کرو! چنانچہ بحکم پروردگار دونوں فرشتے آئے۔

قَائِمٌ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَأْسِهٖ وَمِيْكَائِيْلُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَجِبْرِيْلُ يُنَادِيْ بَخٍ بَخٍ مَنْ مِّثْلُكَ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يُبَاهِيْ اللّٰهُ بِكَ الْمَلٰٓئِكَةَ وَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ

جبریل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف کھڑے ہو گئے اور جبریل امین بلند آواز سے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے کہتے تھے اے ابن ابی طالب آج تیرے جیسا کون ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر فخر کرتا ہے فرشتوں کے سامنے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

(۱۰) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ (تفسیر کبیر صـ ۱۹۸/۲ ۔ احیاء العلوم)

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لئے۔

(۱۱) مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (قرآن)

اُس نے چلائے دو دریا جو مل کر چلتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ قَالَ هُوَ عَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ وَيَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ (تفسیر درمنثور صـ ۱۴۳/۶)

کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو دریاؤں سے مُراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ ہیں (رضی اللہ عنہما) اور نکلتا ہے ان میں سے موتی اور مونگا، وہ حسن وحسین ہیں۔ (رضی اللہ عنہما)

(۱۲) سَلَامٌ عَلٰى اِلْيَاسِيْنَ (قرآن)

سلام ہو الیاسین پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سلام علی الیاسین قال نحن آل محمد ال یاسین (ابن ابی حاتم، طبرانی، درمنثور صـ ۲۸۶/۵)

کہ سلام ہو الیاسین پر یعنی وہ آل یاسین ہم آلِ محمدؐ ہی ہیں۔

ف:۔ بعض نے سَلَامٌ عَلٰى اٰلِ يٰسِيْنَ بھی پڑھا ہے لہذا مطلب صاف

ہے کیونکہ حضور سیّد عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا ایک اسم مُبارک یٰسین ہے۔
چنانچہ علامہ ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	کہ مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ آل یٰسین سے آل محمّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مُراد ہے۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۴۶)

(۱۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللہُ لَکُمْ (قرآن کریم)	اے مومنو (اپنے اوپر) مت حرام کرو وہ پاک اشیاء جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے قیامت کے حالات بیان فرمائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور بعض صحابہؓ کرام نے عہد کیا کہ دُنیا چھوڑ کر راہب بن جائیں اور ٹاٹ پہنیں، ہمیشہ روزہ رکھیں، شب بیداری کریں، بستر پر نہ لیٹیں، گوشت نہ کھائیں عورتوں کے قریب نہ جائیں، خوشبو لگانا چھوڑ دیں۔ اس وقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوئی۔ (ابن کثیر، خازن، مدارک صفحہ ۴۸۷/۱ درمنثور صفحہ ۳۰۸/۲)

(۱۴) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (قرآن کریم)	اور سب مِل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلو اور متفرق نہ ہو

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

نَحْنُ حَبْلُ اللہِ الَّذِیْ قَالَ اللہُ فِیْہِ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۴۹)	وہ اللہ کی رسّی ہم اہلِ بیت ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

(۱۵) وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا (قرآن)	اور جو نیک کام کرے۔ ہم اُس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھاتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً قَالَ الْمَوَدَّةُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (احمدؒ الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۶۸)

اور جو کوئی نیک کام کرے یعنی آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبّت کرے۔

(۱۶) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ (قرآن)

اے ایمان والو! جب تم رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی راز و نیاز کی بات کرنا چاہو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ بعض مال دار لوگ حضور سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر غیر اہم باتوں میں سرگوشیاں کرتے ہُوئے اتنا وقت لے لیتے کہ دوسروں کو خصوصاً فقراء و مساکین کو مستفید ہونے کا موقع کم ملنے لگا۔ اِس پر یہ حکم نازل کیا گیا کہ راز و نیاز کی باتوں سے پہلے صدقہ و خیرات دیا کرو، اس سے ایک تو فائدہ ہو گا کہ فقراء و مساکین کی خدمت ہو جائے گی اور مال داروں کے نفس کا تزکیہ ہو گا اور اجر و ثواب ملے گا۔ دوسرا وہ سمجھ جائیں گے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں اسی لئے یہ قید لگائی گئی ہے چنانچہ اس حکم پر صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے عمل کیا ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے۔ فرماتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا یا رسُول اللہ :-

مَا الْوَفَاءُ؟ قَالَ التَّوْحِيْدُ وَالشَّهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ قُلْتُ مَا الْفَسَادُ؟ قَالَ الْكُفْرُ وَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ ۔ قُلْتُ مَا الْحَقُّ؟ قَالَ الْاِسْلَامُ وَالْقُرْاٰنُ وَالْوِلَايَةُ اِذَا نْتَهِيَتْ اِلَيْكَ

وفاء کیا ہے؟ فرمایا توحید اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! عرض کیا فساد کیا ہے؟ فرمایا اللہ کے ساتھ کفر و شرک! عرض کیا حق کیا ہے؟ فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جب تجھے ملے! عرض کیا حیلہ کیا ہے؟ فرمایا ترکِ حیلہ!

قَالَ مَاالْحِيْلَةُ ؟ قَالَ تَرْكُ الْحِيْلَةِ قُلْتُ مَاعَلَيَّ ؟ قَالَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةُ رَسُوْلِهٖ ! قُلْتُ وَكَيْفَ اَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى ؟ قَالَ بِالصِّدْقِ وَالْيَقِيْنِ ! قُلْتُ مَاذَا اَسْاَلُ اللّٰهَ ؟ قَالَ الْعَافِيَةُ ! قُلْتُ وَمَا اَصْنَعُ لِنَجَاةِ نَفْسِيْ ؟ قَالَ كُلْ حَلَالًا وَّقُلْ صِدْقًا ؟ قُلْتُ مَاالسُّرُوْرُ ؟ قَالَ الْجَنَّةُ قُلْتُ وَمَا الرَّاحَةُ ؟ قَالَ لِقَاءُ اللّٰهِ ! فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا نُزِلَ نَسْخُهَا (مدارک وخازن صفحہ ۲۴۲/۴)

عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے ؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت ! عرض کیا۔ اللہ تعالےٰ سے کیسے دعا مانگوں ؟ فرمایا صدق و یقین کے ساتھ ! مَیں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں ؟ فرمایا عافیت ! عرض کیا اپنی نجات کے لئے کیا کروں ؟ فرمایا حلال کھا اور سچ بول ! عرض کیا سرور کیا ہے ؟ فرمایا جنت عرض کیا راحت کیا ہے ؟ فرمایا اللہ کا دیدار۔ فرماتے ہیں جب مَیں ان سوالات سے فارغ ہُوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں یہ ایک آیت ایسی ہے۔

مَاعَمِلَ بِهَا اَحَدٌ قَبْلِيْ وَلَا يَعْمَلُ بِهَا اَحَدٌ بَعْدِيْ (مدارک و خازن صفحہ ۲۴۲/۴)

کہ اس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد کرے گا !

(۱۷) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (قرآن مجید)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسُول کی اور اس کی جو تم میں صاحبِ امر ہو

حضرت عبدالغفار بن قاسم فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا کہ اولی الامر کون ہیں ؟

فَقَالَ كَانَ عَلِيٌّ وَّاللّٰهِ مِنْهُمْ (خوارزمی)

تو فرمایا علی رضی اللہ عنہٗ انہی میں سے تھے

(۱۸) فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (قرآن)

تو پوچھو اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے ہو ‘

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ — کہ حضرت علی ابن ابی طالب

نَحْنُ اَهْلَ الذِّكْرِ — نے فرمایا ہم اہل ذکر ہیں'

(۱۹) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ — (اے حبیب) عنقریب آپ کا ربّ

فَتَرْضٰى (قرآن) — آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوں گے'

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ :

مِنْ رِّضَا مُحَمَّدٍ اَنْ لَّا يَدْخُلَ — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم

مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ النَّارَ (تفسیر درمنثور صفحہ ۳۶۱ صواعق المحرقہ صفحہ ۱۵۷) — کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے.

امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ :

سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ — میں نے اپنے ربّ تعالےٰ سے سوال

اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِیْ فَاَعْطَانِیْ ذَالِكَ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۵۷) — کیا کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے تو اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔

احادیث

آیات قرآنی کے بعد احادیث مُبارکہ بالترتیب ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں۔ پہلے وہ احادیث مُبارکہ پیش کی جائیں گی جن کا تعلق امیرالمؤمنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے فضائل سے ہے، ان کے بعد وہ احادیث جن کا تعلق سیّدۃ نساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد امجاد سے ہے۔

وَمَا توفیقی الّا باللہ العلی العظیم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو اہلِ بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا یا رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچّوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ (مطلب یہ تھا کہ میرے جیسے بہادروں کو میدانِ جہاد میں جا کر دشمنوں کے سامنے خُدا داد قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے) تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری ومسلم)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جاؤ جیسے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے نزدیک تھے سوائے نبوت کے، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

عورتوں اور بچّوں کی حفاظت و نگرانی پر ایسے ہی شخص کو مقرر کیا جا سکتا ہے جو بہادر ہونے کے علاوہ قریبی عزیز اور عورتوں میں آجا سکتا ہو۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ بہادر اور داماد ہونے کے سبب سے اس کے زیادہ مستحق تھے لہذا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ان کو ہی مقرر فرمایا۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام بھی کوہِ طور پر تشریف لے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ بنا کر قوم کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ اِس لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے تشبیہ دے کر فرمایا کہ جو مقام حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں تھا وہی مقام تمہارا ہماری بارگاہ میں ہے۔ رہا اس تشبیہ سے حضرت علی کے لئے خلافتِ بلافصل ثابت کرنا تو وہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ظاہری حیات ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ اگر وہ زندہ رہ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات کے بعد خلیفہ بنے ہوتے تو البتہ کسی حد تک یہ تشبیہ قابلِ استدلال ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہُوا بلکہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون آپ کے خلیفہ ہُوئے۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ تشبیہ صِرف اس بات میں ہے کہ جس طرح ہارون علیہ السّلام، موسیٰ علیہ السّلام کے بھائی، مددگار اور اُن کی زندگی میں ان کے کوہِ طور پر جاتے وقت ان کی غیر حاضری میں ان کے خلیفہ تھے۔ اِسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضور علیہ السّلام کے بھائی۔ آپ کے مددگار اور آپ کی ظاہری زندگی میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آپ کی غیر حاضری میں مدینہ منورہ میں خلیفہ و نائب تھے اور چونکہ ہارون علیہ السّلام نبی تھے اس لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے خاص طور پر فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ کوئی اس سے حضرت علیؓ کے نبی ہونے کا استدلال نہ کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ (ترمذی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)	کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا بے شک علی مجھ سے ہے اور مَیں علی سے ہوں اور علی ہر مومن کا دوست (مددگار) ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے

فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ اَطَاعَ عَلِیًّا فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی عَلِیًّا فَقَدْ عَصَانِیْ۔ (المستدرک حاکم صفحہ ۱۲۱/۳ الریاض النضرہ صفحہ ۲۲۰/۲)

جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے علی کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہَ (زرقانی صفحہ ۱۴/۷، مستدرک صفحہ ۱۳۰/۳)(الریاض النضرہ صفحہ ۲۱۸/۲)

جس نے علی کو محبوب رکھا اُس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اُس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالےٰ سے بغض رکھا۔

براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غدیر خم میں قیام پزیر ہوئے تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دو مرتبہ فرمایا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و پیارا اور بہتر ہوں؟ سب نے کہا ہاں!

فَقَالَ اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ ھَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ

تو فرمایا اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اُس کا علی بھی دوست ہے اے اللہ اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اُس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے اس واقعہ کے بعد حضرت علی حضرت

مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۵) عمر سے ملے تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابن ابی طالب تم صبح و شام خوش رہو اور تمہیں ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کا دوست اور محبوب ہونا مبارک ہو۔

بعض لوگ اِس حدیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت بلافصل ثابت کرتے ہوئے عجیب مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبریل امین نے بار بار نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کہا کہ آپ حضرت علی کی خلافت و ولایت کا اعلان کیجیے۔ مگر آپ ڈرتے تھے اور ان وجوہات کی بناء پر اعلان نہیں کرتے تھے کہ ایک تو لوگ یہ کہیں گے کہ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتے ہیں اور دوسرا آپ کو اندیشہ تھا کہ لوگ منافق ہیں وہ مانیں گے نہیں (معاذ اللہ) آخر جبریل نے یہ آیت سنائی:

یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ — کہ اے رسولؐ جو آپ کے ربّ نے آپ کی طرف اتارا ہے اس کو پہنچایئے۔

تو آپؐ نے "غدیر خم" کے موقعہ پر اعلان فرمایا "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ" تو یہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان تھا کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ کسی دشمنِ ایمان و اِسلام کی من گھڑت بات ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول برحق حضرت محمدؐ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر ایک ایسا ناپاک الزام و بہتان ہے (العیاذ باللہ) جس کا کوئی ایمان والا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ پوری آیہ کریمہ میں غور فرمایئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ۔ — اے رسول جو آپ کے ربّ کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے اس کو پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ نے پیغمبری کا حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا اور بے شک اللہ تعالےٰ کافر قوم کو (آپ کے مقابلہ میں کامیابی کی) راہ نہیں دکھائے گا۔

اَب اگر یہ کہا جائے کہ آپؐ نے اللہ کے کسی حکم کو کسی کے خوف سے چھپایا یا اس کے پہنچانے میں پس و پیش کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ نے اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں غفلت سے کام لیا اور اِس کا حق ادا نہیں کیا (معاذاللہ ثم معاذاللہ)

خُدا کی قسم! وہ آپ کی ہی ذات تھی جو مخالفت کے تلاطم خیز طوفان میں بھی کوہِ اِسا کی طرح مستحکم رہی۔

وہ آپؐ ہی تھے کہ سر پر مصیبتوں کے پہاڑ اُٹھا لئے۔ مگر حق و صداقت کی آواز بُلند کرنے سے باز نہ آئے۔

صرف ایک ہی واقعہ سے آپؐ کی عزیمت و استقامت اور استقلال و استحکام کا اندازہ ہو سکتا ہے، جب کفّارِ مکّہ کے تمام قبیلے اور خاندان آپؐ کے قتل پر متفق ہو گئے تو انہوں نے آپؐ کے چچا ابوطالب کو بُلا کر کہا' ابوطالب! تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اور ہمارے باپ دادوں کو گمراہ کہتا ہے اور ہمیں احمق قرار دیتا ہے۔ اِس لئے ہم تمہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ اَب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اَب ہم کوئی فیصلہ کر کے ہی رہیں گے۔ ابوطالب نے شدّت سے محسوس کیا کہ اَب حالات نہایت نازک صورت اختیار کر گئے ہیں بلا شبہ اَب یہ لوگ صبر و تحمل سے کام نہیں لیں گے اور میں اکیلا اِن کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔

واپس آئے اور سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو بُلا کر کفار کے عزائم سے آگاہ کیا اور کہا جانِ عم! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اُٹھا نہ سکوں؟ مقامِ غور ہے کہ عرب کے وحشی ملک میں جہاں کوئی آئین اور کوئی عدالت نہیں تھی کہ مظلوم اپنا حق طلب کر سکے اور سردارانِ قریش سب کے سب دُشمن کہ ان کے دلوں میں عداوت و اِنتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے اور ظاہری اسباب کے پیشِ نظر صرف ایک چچا پشت و پناہ اور سہارا تھا وہ کفار کے عزائم کو دیکھ کر ڈگمگا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں بڑے بڑے بہادروں کے پائے ثبات میں بھی لغزش آجاتی ہے۔ مگر عزم و استقلال کے پیکر جناب محمّد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر بھی رکھ دیں۔ تب بھی میں اپنے فریضہ کی سرانجام دہی سے باز نہ آؤں گا یا تو اللہ میرے اِس کام کو پورا کردے گا یا میں اس پر نثار ہو جاؤں گا!

عزم و استقلال کی یہ آواز چچا کے دل کو چیر کر گہرائیوں میں اتر گئی۔ نہایت متأثر ہو کر بھتیجے سے کہا! جاؤ کوئی تمہاری طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

اندازہ کیجیے ایسے جلیل القدر، عظیم المرتبت، مُجاہدالاکبر، الوالعزم رسول کی طرف ایسی بات منسوب کرنا کس قدر اُس کی توہین ہے۔

آئین جوان مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اصل حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی تو راستے میں ایک مقام "غدیرِخم" (غدیر بڑے تالاب اور خم گاؤں کا نام ہے) کے پاس قیام فرمایا۔ یہاں سے لوگوں کے جانے کے راستے جُدا جُدا ہوتے تھے۔ اِس مقام پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اِس فرمانِ عالی کا سبب یہ ہُوا تھا کہ جب یمن کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند صحابہؓ کے ساتھ خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) لینے کے واسطے یمن بھیجا۔ حضرت علیؓ نے یمن پہنچ کر خمس پر قبضہ کیا۔ اس میں لونڈیاں اور غلام بھی تھے۔ ایک لونڈی بہت خوبصورت تھی۔ حضرت علیؓ نے اُس کو اپنی صحبت سے مشرف فرمایا۔ بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار معلوم ہُوئی۔ اُنھوں نے پہلے تو حضرت خالد سے اس بات کا شکوہ کیا اور پھر یہ بات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تک پہنچی۔ علاوہ ازیں ان لوگوں نے حضرت علی کے متعلق کچھ بے جا شکائتیں بھی کیں۔ اِن شکائتوں سے آپؐ نے اندازہ فرمایا کہ اِن لوگوں کے دلوں میں اپنے حاکم حضرت علی کی تعظیم و

تکریم اور الفت و محبّت کی بجائے ایسے جذبات پرورش پا رہے ہیں جو آگے چل کر نفرت و عداوت اور بغاوت کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ نیز آپؐ کو یہ بھی وحی الٰہی سے معلوم تھا کہ آئندہ خوارج بھی پیدا ہوں گے۔ جو حضرت علیؓ سے عداوت و دشمنی رکھیں گے اِس لئے آپ نے خاص طور پر وہاں اعلان فرمایا کہ علی کے ساتھ محبّت رکھنا گویا اللہ و رسُول سے محبّت رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنا گویا اللہ اور رسُول سے عداوت رکھنا ہے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وبارک وسلّم)

رہا لفظ مولیٰ سے خلافت بلا فصل ثابت کرنا تو وہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے کیونکہ لفظ مولیٰ کے معنی خلیفہ کے ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے معنی دوست اور مددگار کے ہیں چنانچہ لفظ "مولیٰ" ولی سے ماخوذ ہے اور ولی کے معنی دوست اور مددگار کے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست و مددگار ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ بے شک اللہ تعالےٰ اور جبریل امین اور نیکی کرنے والے مومنین رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مولیٰ یعنی دوست و مددگار ہیں اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ اے اللہ تو ہمارا مولیٰ یعنی مددگار ہے۔ سو ہم کو کافروں پر مدد دے۔

دیکھیئے اِن آیات میں لفظ "مولا" موجود ہے مگر اس کا معنی خلیفہ ہرگز نہیں بلکہ دوست و مددگار ہے۔ اس طرح من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنی و مطلب یہی ہے کہ جس طرح رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمام مُسلمانوں کے دوست اور مددگار ہیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہٗ بھی تمام مسلمانوں کے دوست و مددگار ہیں اور قرینہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ مولیٰ کے معنی دوست اور ناصر ہی کے ہیں چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فرمان مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کے آخر میں ہے اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ اے اللہ اس سے محبّت رکھ جو علی سے محبّت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے اور لفظ مولیٰ اور وَالِ مَنْ وَّالَاہُ دونوں کا مشتق منہ ایک ہی ہے، اور جب دو لفظ ہم معنی ایک ہی مقام پر مذکور ہوں تو بوجہ مناسبت

معنوی ایک ہی معنی لینا ضروری ہے اور پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا مقابلے میں لفظ عداوت و دشمنی فرمانا صریح قرینہ ہے اس بات کا کہ اس کے مقابل لفظ میں معنی دوستی و محبّت کے لئے جائیں تا کہ مقابلہ صحیح ہو۔

چنانچہ اگر یہ نہ مانا جائے اور مولیٰ کے معنی امام و خلیفہ کے لئے جائیں تو وَالِ مَنْ وَّالَاہُ کے معنی بھی امام اور خلیفہ کے لینے پڑیں گے تو پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی دعا کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللّٰہ جو علی کو امام و خلیفہ کرے تو اُس کو امام و خلیفہ کر ایسی صورت میں اِن سب لوگوں کو امام و خلیفہ ہونا چاہیئے جو حضرت علی کو خلیفہ و امام بلا فصل مانتے ہیں۔ پھر شیعہ حضرات کو بارہ امام نہیں بلکہ سیکڑوں امام ماننے پڑیں گے نیز اگر بقول شیعہ مولیٰ کے معنی امام تسلیم بھی کر لئے جائیں تو پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا بھی امام ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے اس فرمان میں اپنے لئے بھی تو من کنت مولاہ فرمایا ہے۔ حالانکہ آپؐ رسُول بلکہ سیّد الرسل ہیں امام کا مرتبہ تو بدرجہا رسُول سے کم بلکہ نبی سے بھی کم ہے تو اِس صورت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی تنقیص ہوتی ہے اور پھر شیعوں کے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بھی حضرت علی کی طرح امام ہوں گے اِس صورت میں شیعوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ثلثہ عشری کہا کریں۔ اثنا عشری کہلانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضورؐ کو اپنا امام نہیں مانتے۔

اگر بالفرض والمحال مولیٰ کے معنی امام ہی مراد لئے جائیں تو بھی ہمارے اہلِ سُنّت کے مسلک کے منافی نہیں اس لیے کہ اہلِ سُنّت بھی حضرت علی کو امام مانتے ہیں۔ ہاں بلا فصل نہیں مانتے اور اس فرمان رسولؐ سے بلا فصل ہونا کسی لفظ سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

نیز اگر حدیث من کنت مولاہ بقول شیعہ امامت پر دلالت کرتی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللّٰہ عنہٗ اس دلیل کو ضرور اپنی خلافت کے دعویٰ میں صحابہ کرام کے سامنے پیش کرتے۔ آپ پر یہ فرض تھا۔ کیونکہ یہ مسئلہ ذاتی نہیں تھا بلکہ اس میں اِسلام اور اہلِ اسلام کی منفعت بھی تھی اور اللّٰہ تعالیٰ اور اُس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اطاعت بھی تھی۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و رضا اور امر خطبہ خلافت کو فراموش کر دیا تھا؟

تعجب ہے کہ حضرت علی، امیر معاویہ کے سامنے تو اپنی خلافت اور اطاعت کے حق ہونے کے معاملے میں صرف دلائل ہی پیش نہیں کرتے بلکہ جنگ بھی کرتے ہیں۔ خلفاء ثلٰثہ کے سامنے وہ کسی وقت بھی نہ اس دلیل کو پیش کرتے ہیں اور نہ ہی اُن سے جنگ و جدال کرتے ہیں۔

پس یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ایک تو اس حدیث کا امامت و خلافت سے کوئی تعلق نہیں دوسرا خلفاء ثلاثہ کی خلافت و امامت حق تھی۔ ورنہ حضرت علی جیسا شیرِ خدا شخص دب کر اور خصوصاً اللہ و رسول کے ارشاد و رضا کے خلاف ہوتے دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا تھا، اُن کے فرزند ارجمند حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو یزید کی باطل امامت کو تسلیم نہ کریں اور کربلا کے میدان میں اپنی آنکھوں کے سامنے سارا گھر کا گھر لٹتا دیکھ لیں اور شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہ کریں بلکہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت کریں اُن کے پیچھے نمازیں بھی ادا کریں اور ان کے ساتھ تقریباً چوبیس سال تک پورا پورا تعاون کریں۔ بلاشبہ یہ ان خلفائے ثلاثہ کے برحق خلفاء و امام ہونے کی دلیل ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دو دیہاتی لڑتے ہوئے آئے۔ آپؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے کہا یہ کیا فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان؟ تو یہ سن کر:

فوثب الیہ عمر واخذ بتلبیبہ وقال ویحك ما تدری من ھذا؟ ھذا مولاك ومولیٰ کل مومن من لم یکن مولاہ فلیس مومن (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عمر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا گریبان پکڑ کر فرمایا جانتا ہے یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے مولیٰ ہیں اور جس کے یہ مولیٰ نہیں ہیں وہ مومن نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑا اور اس کو روئیدگی عنایت کی اور جانوروں کو پیدا فرمایا، بے شک نبیّ امیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے بتایا کہ :

لَا یُحِبُّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳)

مجھ (علی) سے محبّت نہیں رکھے گا مگر مومن اور نہیں بغض رکھے گا مگر منافق،

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بغض رکھنا منافق کی علامت تھی (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام کے درمیان اخوت (بھائی چارہ) قائم کیا یعنی دو دو صحابہ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ روتے ہوئے تشریف لائے اور عرض کیا یا رسُول اللہ آپ نے تمام صحابہؓ کے درمیان اخوّت قائم کی مگر مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم دُنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو!

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک لشکر کو کہیں بھیجا، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَافِعٌ یَدَیْہِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا۔

(ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

تو میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرماتے ہوئے سُنا کہ اے اللہ مجھے موت نہ آئے جب تک علی کو نہ دیکھ لوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ (ہدیۃً) آیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِئْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ

اے اللہ میرے پاس اُس شخص کو بھیج

اِلَيْكَ يَا كُلُ مَعِيَ هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَهُ عَلِيٌّ فَاَكَلَ مَعَهُ ۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴)

جو تجھ کو تیری مخلوق میں بہت پیارا ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے۔ پس حضرت علی آئے تو انہوں نے آپؐ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے طائف کے دن حضرت علی کو بُلایا اور کافی دیر تک اُن کے ساتھ آہستہ آہستہ یعنی خفیہ طور پر باتیں کیں تو لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے سے بڑی طویل سرگوشی فرمائی ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا انْتَجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ (ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

تو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے (یعنی اللہ تعالےٰ کے حکم سے کی ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵)

کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے علی کو بُرا کہا اُس نے گویا مُجھ کو بُرا کہا۔

الحمدللہ کتاب و سُنّت سے اس خادمِ اہلِ سُنّت نے امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، امام المتقین برادرِ رسُول، زوجِ بتول، پدرِ حسنین، فخرِ کونین، سیدالسادات، مولائے کائنات، قاسمِ ولایت، فاتحِ خیبر، شیرِ خُدا، مرتضیٰ، مشکل کشا حضرت ابوالحسن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کچھ فضائل و مناقب پیش کئے۔ مسلکِ اہلسنت و جماعت سے وابستہ ہر شخص خانوادۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرد کی محبّت کو سرمایۂ ایمان اور ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔ یاد رکھیے۔ عقیدہ قرآن وحدیث کی خبر سے بنتا ہے اگر کسی امام و مجتہد کا قول و فعل قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو تو ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ اہلِ ایمان کو خانہ ساز اور من گھڑت روایات پر ہٹ دھرمی کی بجائے کتاب و سُنّت اور مستند حوالوں کو رہنما بنا کر اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ ان آیات و احادیث کے بعد حقیقت احوال میں کوئی شبہ باقی نہیں ہوگا۔

شجاعت

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت و بہادری کی شہرت عام ہے آپ کی شجاعت و بہادری کے واقعات اِس قدر زیادہ ہیں کہ اگر وہ تفصیل کے ساتھ سب کے سب لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ چند پیشِ خدمت ہیں آپ سوائے غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزوات میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رہے اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ جنگِ بدر اور جنگ احد میں آپؓ نے بڑے بڑے کافروں کو واصل بجہنم کیا۔

جنگِ بدر میں لشکرِ کفّار کے سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو ساتھ لے کر سب سے پہلے میدان میں نکلا اور مقابلہ کے لئے للکارا۔ لشکرِ اسلام میں سے حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ان کے مقابلے کو نکلے۔ عتبہ نے نام و نسب پُوچھا۔ جب اُس کو معلوم ہُوا کہ انصار ہیں تو اُس نے پکار کر کہا اے محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصار کو واپس بلا لیا اور حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو بھیجا۔ عتبہ نے اُن سے بھی نام و نسب پُوچھا۔ اُن کے بتانے پر اُس نے کہا ہاں تم ہمارے جوڑ کے ہو۔

عتبہ حضرت حمزہ اور ولید حضرت علی کے مقابل ہُوا۔ دونوں مارے گئے۔ لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علی نے بڑھ کر شیبہ کو بھی قتل کر دیا۔ اِس کے بعد معرکۂ قتال گرم ہو گیا۔ حضرت علی نے بہت سے کفار کو قتل کیا۔ حضرت

ابوجعفر محمّد بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

نَادَ مَلَكٌ مِّنَ السَّمَآءِ يَوْمَ بَدْرٍ يُّقَالُ لَهٗ رِضْوَانُ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ وَلَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ (الریاض النضرہ صفحہ ۲/۱۵۱، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷/۳۳۶، صفحہ ۷/۲۲۴)

کہ بدر کے دن آسمان سے ایک فرشتہ نے جس کو رضوان کہا جاتا ہے۔ پکارا کہ ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علی جیسا کوئی جوان نہیں۔

جنگِ اُحد میں ابوسعید بن ابوطلحہ لشکرِ کفّار کے علم دار نے میدان جنگ میں نکل کر اپنا مقابل طلب کیا اس کے چند بار آواز دینے پر جب کوئی نہ نکلا تو اُس نے براہ تکبّر و نخوت کہا اے اصحاب محمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم) تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو تم میں سے مارا جاتا ہے وہ جنت میں جاتا ہے اور ہم لوگوں کو تم دوزخی کہتے ہو۔ لات و عزّیٰ کی قسم تم جھوٹے ہو دیکھو میں کب سے تمہیں پکار رہا ہوں۔ لیکن کوئی میرے مقابلے میں نہیں آرہا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو پھر مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔ میرے سامنے کیوں نہیں آتے؟ شیرِ یزداں شاہ مرداں مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے جب اُس کی یہ ہرزہ سرائی سنی تو فوراً مثل شیرِ غرّان صف سے نکلے اور اُس کے ساتھ مقابلہ کیا اور چند لمحوں کے اندر ہی اس کو خاک اور خون میں تڑپا دیا۔ (شمس التواریخ صفحہ ۲/۸۵۲)

محمّد بن اسحٰق کے قول کے مطابق حضرت علی نے جنگِ اُحد میں بارہ۱۲ کافروں کو واصل بجہنم کیا۔ (شمس التواریخ صفحہ ۲/۸۵۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جنگِ احد میں مجھ کو سولہ۱۶ زخم پہنچے۔ ان میں سے چار زخم ایسے کاری پہنچے کہ مَیں اس کے صدمہ سے زمین پر گر پڑتا تھا۔ مگر ہر مرتبہ ایک خوبصورت جوان جس سے بڑی خوشبو آتی تھی میرا بازو پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیتا اور کہتا جاؤ اللہ کی راہ میں لڑو۔ اللہ اور اُس کا رسُول تم سے راضی ہیں، جب لڑائی ختم ہوئی تو مَیں نے یہ ماجرا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا:

"فرمایا اس خوبصورت جوان کو پہچانتے ہو؟ مَیں نے عرض کیا پہچانتا تو نہیں مگر وہ دحیہ کلبی کے مشابہ تھا۔ فرمایا خدا تمہاری آنکھیں روشن کرے

وہ جبرائیل تھے۔" (نورالابصار صفحہ ۹۶ ، معارج النبوت صفحہ ۱۰۸)

عمرو بن عبدِ وُدّ نامی ایک شخص شجاعانِ عرب کا سردار مانا جاتا تھا۔ اس کی شجاعت بہادری کا یہ عالم تھا کہ اکیلا ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں یہ مردود غازیانِ اسلام کے ہاتھوں زخمی ہو کر بھاگا تھا۔ اس نے یہ نذر مانی تھی کہ جب تک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور اس کے ساتھیوں سے بدلا نہ لے گا اپنے سر پر تیل نہیں لگائے گا۔ جنگ احد میں بوجہ زخموں کے لڑنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے شریک نہ ہُوا۔ غزوہ خندق میں یہ مغرور نشہ جرأت سے مخمور میدان جنگ میں مثل جنگی ہاتھی چنگھاڑتا پھرتا تھا اور بکمالِ نخوت و غرور رجزیہ اشعار پڑھتا اور مقابلے کی دعوت دیتا تھا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی یاوہ گوئی سُن کر فرمایا کون ہے جو اس کافر و مغرور کا کام تمام کرے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے صف سے نکل کر بکمالِ ادب عرض کی حضور مجھے اجازت ہو؟ آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا اور وہ برابر مقابلے کے لئے للکار رہا تھا۔ حضرت علی نے پھر اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا یہ عمرو بن عبدِ وُدّ ہے؟ حضرت علی نے عرض کی ہاں، میں جانتا ہوں تو آپؐ نے اجازت دی اور اپنی تلوار ذوالفقار حضرت علی کو دی اور اپنی زرہ اتار کر پہنا دی اور عمامہ مُبارک اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر باندھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی عبیدہ بن حارث کو تو نے بروز بدر اور حمزہ بن عبد المطلب کو تو نے بروز احد اپنے پاس بُلا لیا۔ اب یہ علی تیرا بندہ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے۔ مَیں اس کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ الٰہی تو اس کی مدد فرما اور صحیح و سالم مظفر و منصور پھر مجھ سے ملا۔

شاہ مرداں شیرِ یزداں حضرت علی پاپیادہ اس کے سامنے پہنچے۔ عمرو کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو ایک ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علی نے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے؟ اُس نے کہا ہاں! آپؓ نے فرمایا پھر مَیں تجھ سے درخواست کرتا ہُوں کہ تو اسلام قبول کر؟ اُس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا! فرمایا لڑائی سے واپس چلا جا؟ اُس نے کہا مَیں قریش کی عورتوں کے طعنے نہیں سُن سکتا وہ کہیں گی بڑا مرد

تھا کہ نذر پوری نہ کر سکا اور بغیر جنگ کے واپس آگیا۔ فرمایا پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ؟ عمرو ہنسا اور کہا مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ اِس آسمان کے نیچے کوئی مجھ سے یہ بھی کہے گا کہ لڑائی کے لئے تیار ہو جا۔ چونکہ حضرت علی پیادہ تھے۔ اِس لئے اُس کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ سوار ہو کر مقابلہ کرے گھوڑے سے اترآیا اور تلوار مار کر بے زبان گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر آپ سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ آپؓ نے نام بتایا۔ اُس نے کہا تم ابھی کمسن نوجوان ہو۔ مَیں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ تمہارے باپ میرے دوست تھے۔ مجھ کو پسند نہیں کہ اپنی تلوار خون خوار سے تمہارا خون گراؤں۔ جاؤ تم واپس جاؤ۔ آپؓ نے فرمایا لیکن مجھ کو تمہارا خون بہانا پسند ہے۔ عمرو اَب غصّہ سے بے تاب تھا۔ تلوار میان سے نکالی اور ایک دم آپؓ کے سر پر وار کر دیا۔ آپؓ نے اس وار کو سپر پر روکا۔ لیکن تلوار نے سپر کو کاٹ دیا اور پیشانی پر لگی۔ جس سے ہلکا سا زخم پیشانی پر آگیا۔ دشمن کے وار کے بعد شیرِ خدا نے تلوار ذوالفقار سے ایک ایسا بھرپور وار اس کے شانے پر کیا۔ جس سے اس کا شانہ کٹ گیا اور تلوار نیچے تک اُتر گئی گویا دو ٹکڑے کر دیئے اور ساتھ ہی اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان کیا۔ یہ دیکھ کر ضرار اور ہبیرہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے لیکن جب ذوالفقارِ حیدری دیکھی، تو پیچھے ہٹ کر بھاگ گئے۔

حضرت علیؓ نے عمرو بن عبد وُدّ کو قتل کرنے کے بعد اُس کی زرہ وسلاح جنگ وغیرہ پر کوئی توجہ نہ فرمائی۔ عمرو کی بہن اُس کی لاش پر روتی ہوئی آئی اور سرہانے بیٹھ کر دیکھا تو ہتھیار وغیرہ سب موجود تھے۔ کہنے لگی میرے بھائی کا قاتل کوئی مرد کریم الطبع، گرامی قدر بہادر اور قومیت میں اس کا ہمسر و مقابل معلوم ہوتا ہے۔ پھر لوگوں سے دریافت کیا تو اُس کو بتایا گیا کہ علی بن ابی طالب نے تیرے بھائی کو قتل کیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول اُس کو محبوب رکھتے ہیں، بس پھر کیا تھا

آرزومندوں کو رات کاٹنی مشکل ہوگئی۔ مجاہدین کی نیندیں اُڑ گئیں، ہر ایک کی یہی تمنّا و آرزو تھی کہ اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو۔ صبح ہوتے ہی سب کے سب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور ادب و احترام سے دیکھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا دستِ رحمت کس خوش نصیب کو سرفراز فرماتا ہے۔ پیارے مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے مبارک لبوں کی جنبش پر ارمان بھری نگاہیں قربان ہو رہی تھیں کہ سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ؟ فَقَالُوْا هُوَ یَشْتَکِیْ عَیْنَاهُ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْهِ فَاُتِیَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرِئَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ

علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا اُن کو تکلیف ہے، اُن کی آنکھوں پر آشوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا انہیں بلا لو! حضرت علی حاضر کیے گئے۔ آپؐ نے اپنے دہن مبارک کے شفا بخش لعاب کو اُن کی آنکھوں میں ڈالا اور دعا فرمائی۔ اسی وقت ایسا آرام ہوا گویا آپ کو کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔

(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳)

چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے آپؓ کو جھنڈا عطا فرمایا اور آپؓ جھنڈا لے کر قلعۂ خیبر کی طرف بڑھے۔ قلعہ کے پاس پہنچ کر آپؓ نے ایک جگہ جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے بالائے قلعہ سے جھانک کر پوچھا اے بہادر تو کون ہے۔ جس نے اس طرح بے خوف و خطر یہاں آکر جھنڈا گاڑ دیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں! یہودی آپؓ کا نام سُن کر چیخ اُٹھا اور کہنے لگا لوگو! قسم تورات شریف کی ہم مغلوب ہوئے اور برباد ہوئے۔ سب سے پہلے خیبر کے مشہور بہادر "مرحب" یہودی کا بھائی "حارث" یہ بڑا بہادر تھا، چند مردانِ جنگجو کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور میدان میں آکر مقابلہ کی دعوت دی۔ لشکرِ اسلام سے دو سپاہی یکے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں گئے مگر دونوں شہید ہوگئے۔ پھر حضرت علی اِس کے مقابلے میں گئے۔ آپؓ نے بیک ضربِ شمشیر اُس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ "مرحب" نے جب اپنے

جوان بھائی کا قتل دیکھا تو انتقامی جذبہ سے لبریز ہو کر سخت جوش و خروش کے ساتھ دوہری زرہ پہنے دو تلواریں لٹکائے دو عمامے سر پر باندھے ان پر ایک بھاری آہنی خود پہنے اور اُس کے اوپر ایک گول پتھر بصورت خود باندھے ہُوئے ہاتھ میں نیزہ جس کی بھال تین من وزنی تھی۔ قوی ہیکل شیر صورت میدان میں آگیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ   شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ

خیبر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں، سلاح پوش فنِ حرب میں ماہر اور شجاعت میں مشہور ہوں۔

اِذَا اللُّيُوْثُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ   وَاَحْجَمَتْ عَنْ صَوْلَةِ الْمُخَلَّبِ

جب کہ معرکہ میں شیر دہاڑتے اور آگ کے شعلے بھڑکاتے ہیں اِس وقت غالب مرحب کے حملہ سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

خَلَتْ حِمَایَ اَبَدًا لَا تَقْرُبُ   اَطْعَنُ اَحْيَانًا وَّحِيْنًا اَضْرِبُ

میرے خوف اور ڈر کی وجہ سے کوئی میرے نزدیک نہیں آتا۔ مَیں کبھی نیزہ مارتا ہوں اور کبھی تلوار۔

اِنْ اُغْلِبَ الدَّهْرُ فَاِنِّیْ اَغْلَبُ   وَالْقِرْنُ عِنْدِیْ بِالدِّمَاءِ مُخَضَّبٌ

اگر سارا زمانہ مغلوب بھی ہو جائے تو بھی میں غالب تر ہُوں اور مدِمقابل میرے نزدیک خون میں رنگا ہُوا ہے۔

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اِس کے مقابلہ میں آئے اور یہ اشعار پڑھے :

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَيْدَرَه   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهُ الْمَنْظَرِه

مَیں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ مَیں شیر نیستاں کی طرح مہیب اور ہیبت ناک ہُوں۔

اَكِيْلُكُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ   اَضْرِبُكُمْ ضَرْبًا يُبِيْنُ الْفَقْرَهْ

مَیں تلوار کے بڑے پیمانے سے تمہیں ناپوں گا۔ یعنی بہت زیادہ قتل کروں گا اور

مَیں تمہیں ایک ایسی ضرب لگاؤں گا۔ جس سے تمہاری پشت کا ایک ایک مہرہ جُدا جُدا ہو جائے گا۔

وَاَتْرُکُ الْقِرْنَ بِقَاعٍ جُرْزَہ اَضْرِبُ بِالسَّیْفِ رِقَابَ الْکَفَرَہ

مَیں نیزے کو سخت زمین میں گاڑتا ہُوں اور میں اپنی تلوار سے کافروں کی گردنیں مارتا ہُوں۔

الغرض دونوں میں مقابلہ شروع ہُوا۔ شاہِ مرداں، شیرِ یزداں نے تلوار ذوالفقار کا اُس کے سر پر ایک ایسا وار کیا کہ تلوار خود کاٹتی ہوئی پتھر توڑتی اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی اور ضرب کی آواز فوج تک پہنچی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہودیوں نے عام حملہ کر دیا۔ لشکرِ اسلام بھی ٹوٹ پڑا اور دونوں طرف سے خوب تلوار چلی۔ حضرت علیؓ نے اس معرکہ میں آٹھ نامی گرامی بہادروں کو قتل کیا۔ ایک یہودی نے آپؓ کے ہاتھ پر تلوار ماردی جس سے آپؓ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ آپؓ نے خداداد قوت سے قلعہ کا آہنی در اکھاڑ کر بطور ڈھال ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے۔ جب فتح کے بعد آپؓ نے اس آہنی دروازے کو پھینکا تو حضرت ابو رافع مولیٰ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ سات آدمیوں نے مِل کر اس دروازے کو اٹھانا چاہا تو وہ نہ اُٹھ سکا۔ ایک روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ :

قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَاللّٰہِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّۃٍ جَسْدَانِیَۃٍ وَّلٰکِنْ بِقُوَّۃٍ رَبَّانِیَّۃٍ (تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۰/۵)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، خُدا کی قسم مَیں نے قلعہ خیبر کا دروازہ قوتِ جسمانی سے اُٹھایا نہیں بلکہ قوتِ ربّانی سے اُٹھایا تھا۔

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار لَافَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

کامل ابنِ اثیر میں ہے کہ لشکر امیر معاویہؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو شہید کیا تو حضرت علیؓ نے صرف بارہ جان نثاروں کو ساتھ لے کر لشکر معاویہ پر حملہ کیا اور پورے لشکر کی صفوں

کو چیرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے خیمہ کے قریب پہنچ گئے اور پکار کر فرمایا "اے معاویہ طرفین کے لوگ مفت میں مارے جائیں کیا فائدہ ؟ آؤ میرے مقابلے میں نکلو جو اپنے حریف کو مار دے وہی مستقل ہو جائے! عمرو بن العاصؓ نے معاویہ سے کہا علی رضی اللہ عنہ بات تو ٹھیک کہہ رہے ہیں ؟ معاویہ نے کہا تم جانتے ہو کہ ان کے مقابلہ میں جو آیا مارا گیا۔ عمرو نے کہا لیکن اِس وقت تمہارا ان کے مقابلہ میں نہ نکلنا نامناسب ہے۔ معاویہ نے کہا میں تمہارا مطلب سمجھتا ہوں تم مجھے مروانا چاہتے ہو۔ مجھے مُعاف رکھو! (ابن اثیر ص ۱۲۴/۳)

اِسی میں لکھا ہے کہ جب معرکہ صفین میں شامیوں کی فوجِ کثیر نے حضرت علیؓ کے میمنہ لشکر پر حملہ کیا تو لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور میدان خالی ہو گیا۔ حضرت علی پاپیادہ میسرہ کی طرف روانہ ہوتے اس وقت تینوں صاحبزادے آپؓ کے ساتھ تھے۔ ہر طرف سے آپ پر تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ابوسفیان کا غلام احمر آپ پر لپکا آپ کا آپ کا غلام کیسان اِس کے مقابل ہُوا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہُوئی احمر غالب آیا۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور اُس کو پکڑنا چاہا وُہ بھاگا مگر اس کی زرہ آپؓ کے ہاتھ میں آگئی۔ اُسی سے اس کو سرتک اوپر اُٹھا کر زمین پر ایسا دے مارا کہ اس کے دونوں مونڈھے اور بازو ٹوٹ گئے۔ شامی ہر طرف سے آپؓ پر ٹوٹ پڑے۔ امام حسنؓ نے عرض کی آپؓ دوڑ کر اپنے لوگوں میں جا ملیں تو بہتر ہو گا۔ فرمایا تمہارے باپ کے لئے ایک روز معیّن ہے نہ دوڑنے سے اس میں کوئی تاخیر ہو گی اور نہ یہاں ٹھہرنے سے اِس میں تقدیم۔ خُدا کی قسم تمہارے باپ کو اِس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ موت پر واقع ہوں یا موت ان پر واقع ہو۔ (ابن کثیر صفحہ ۱۱۸/۳)

جنگِ صفین میں بروایت سمعانی حضرت معاویہ کے قول سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے صرف ایک رات میں خود اپنے ہاتھ سے نو سو سے زیادہ آدمیوں کو تہ تیغ کیا (ناسخ التواریخ صفحہ ۴۱۸)

غور فرمائیے نو سو آدمی کم نہیں ہوتے اگر بلا مزاحمت اتنے آدمیوں کو کوئی شخص قتل کرے تو بھی اس کے دست و بازو شل ہو جائیں گے! اور عین معرکہ جنگ میں وُہ بھی

ایسے وقت جب کہ لشکرِ جرّار کا مقابلہ ہو اور ہر شخص کا خیال ہوتا ہے کہ اپنے مقابل حریف کو قتل کر دے، ایسی حالت میں اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اتنے لوگوں کی للکار کو موت کی خاموشی میں بدلنا شیرِ خدا سیّدنا علی مرتضیٰ کے سوا کسی اور سے ممکن ہے ؟

نہج البلاغتہ میں آپؓ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ واللہ لو تظاھرت العرب علی قتالی مما ولیت عنھا کہ خُدا کی قسم اگر تمام عرب ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے میرے مقابلے میں آجائیں اور مجھ سے جنگ کرنا چاہیں تو مَیں ہرگز ان سے منہ نہ پھیروں گا۔

اَب کہیے جن کی شجاعت کا پیرانہ سالی میں یہ حال ہو عین شباب کے عالم میں کیا حال ہوگا اور کیا ایسے شجاع اور بہادر سے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کا شرعی حق چھین لے اور وہ مُنہ دیکھتا رہ جائے اور کچھ نہ کرے یا معاذ اللہ اس کی صاحبزادی کو کوئی چھین لے غصب کرے یا معاذ اللہ اس کی بیوی کے ساتھ کوئی نامناسب سلوک کرے اور وہ دم نہ مار سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس قسم کی روائتوں کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے جس کی بے دینی و فتنہ انگیزی اور الحاد و زندقہ حضرات اہلِ سُنّت اور شیعہ کے نزدیک مسلم ہے۔

ڈاکٹر اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

زیرِ پاش ایں جا شکوہ خیبر اَست   دستِ اُو آں جا قسیم کوثر اَست

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از علی آموز اخلاص عمل   شیرِ حق را داں منزّہ از دغل

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے عمل کا اخلاص سیکھو! اس شیرِ خدا کو نفسانی اغراض کی کھوٹ سے پاک سمجھو!

در غزا بر پہلوانے دست یافت   زود شمشیرے بر آور دو شتافت

ایک مرتبہ جنگ میں آپ نے ایک جنگ جو دشمن کو زیر کر لیا، پھر فوراً تلوار نکال کر اِس پر حملہ آور ہوئے۔

اُو خدو انداخت بر رُوئے علی   افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

اُس نے (نعوذ باللہ) حضرت علی کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا، کون علی وہ کہ جن پر ہر نبی اور ہر ولی کو فخر ہے۔

در زماں انداخت شمشیر آں علی کرد او اندر غزایش کاہلی

حضرت علی نے فی الفور تلوار ہاتھ سے ڈال دی، اور اُس کے ساتھ جنگ کرنے میں التوا کیا۔

گشت حیراں آں مبارز در عمل از نمودن عفو و رحم بے محل

وہ جنگ جو آپؓ کے میدان کارزار میں اس بے موقع معاف فرمانے اور رحم کرنے سے حیران رہ گیا۔

در شجاعت شیر ربانیستی در مروت خود کہ داند کیستی

آپؓ بہادری میں تو شیرِ خدا مانے ہی ہوئے ہیں، مگر مروت میں کون سمجھ سکتا ہے کہ آپؓ کس قدر اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔

گفت برمن تیغ تیز افراشتی از چہ افگندی مرا بگزاشتی

وہ کہنے لگا۔ پہلے تو آپ نے مجھ پر تلوار اُٹھائی، پھر کیا بات ہے کہ اس کو پھینک دیا اور مجھ کو چھوڑ دیا۔

راز بکشا اے علی مرتضیٰ اے پس سوء القضا حسن القضا

اے علی اِس راز کو کھول دیجیئے اور آپ تو میری بدقسمتی کے بعد خوش قسمتی بن گئے کہ قصد قتل کے بعد عفو فرمایا۔

گفت من تیغ از پئے حق می زنم بندہ حقم نہ مامورِ تنم

حضرت علی نے فرمایا میں اللہ کے لئے تلوار چلاتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں تن اور نفس کا مطیع نہیں ہوں۔

شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا فعلِ من بر دینِ من باشد گواہ

میں شیرِ خدا ہوں، حرص و ہوا کا شیر نہیں ہوں۔ چنانچہ میرا یہ فعل میرے کمالِ دین پر گواہ ہے۔

من چو تیغم پُر گہرہائے وصال　　زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال

میں ایسی تلوار ہوں جس میں وصال کے موتی لگے ہوئے ہیں۔ میں جنگ میں کفار کو قتل نہیں کرتا، بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ دولتِ ایمان کے ساتھ اَبدی زندگی بخشوں

چوں خدو انداختی بر روئے من　　نفس جُنبید و تبہ شُد خوئے من

جب تو نے جنگ کے وقت میرے چہرے پر تھوکا، تو میرا دل حرکت غضبی میں آ گیا اور میرا خلق حسن بگڑنے لگا۔

چوں درآمد علّتے اندر غزا　　تیغ را دیدم نہاں کردن سزا

میرے جہاد میں جب ایک نفسانی علت شامل ہونے لگی تو اُس وقت میں نے تلوار کو نیام میں ڈال لینا مناسب سمجھا۔

نیم بہرِ حق شد و نیمے ہوا　　شرکت اندر کارِ حق نبود روا

کیونکہ میرا جہاد کچھ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے رہ گیا، اور کچھ مقتضائے خواہش نفس ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کے کام میں شرکت جائز نہیں۔

تا اَحبَّ لِلّٰہ آید نامِ من　　تاکہ اَبغَضَ لِلّٰہ آید کامِ من

تاکہ میرا خالصًا لوجہ اللہ محبّت کرنے والا نام قرار پائے تاکہ میرا مقصود خاص رضاء الٰہی کے لئے دشمنی کرنا ہو (فائدہ۔ مسلمان کا ہر وہ کام جو اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو عبادت ہے) چناں چہ فرمایا۔

وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا　　اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر اسی لئے فرمایا:

"شرکت اندر کارِ حق نبود روا"

قرآن نے دشمن کو دوست بنانے کی جو تدبیر بتائی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا فعل اس کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ　　برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو پھر تو تمہارا دشمن بھی تمہارا گرم جوش دوست

وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ بن جائے گا۔

چنانچہ فرمایا ؎

آندر آمن در کشا دم مرترا تف زدی و تحفہ دادم مرترا

آو میں نے تمہارے لئے فیض کا دروازہ کھول دیا ہے، تم نے مجھ پر تھوکا تھا میں تمہارے لئے ہدایت کا تحفہ لایا ہوں۔

مر جفا گر راچنیں ہامی دہم پیش پائے چپ چپاں سرمی نہم

میرا معمول ہے کہ میں اہلِ جفا کو ایسے ہی اِنعامات دیا کرتا ہوں اور پائے چپ پر بھی اِس طرح سر رکھا کرتا ہوں،

تو اُس نے کہا ؎

تیغ حلمت جانِ مارا چاک کرد آب علمت خاک مارا پاک کرد

اے علی آپ کے حکم کی تلوار نے ہماری جان کو چاک کر دیا اور آپ کے علم کے پانی نے ہماری خاک کو پاک کر دیا ہے۔

✿ ✿ ✿

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ لَاْ یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَجْنُبُ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُكَ

(ترمذی و مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی میرے اور تیرے سوا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ جنابت کی حالت میں مسجد کے اندر آئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ۔

(المستدرک حاکم صفحہ ۱۴۶، الریاض النضرہ صفحہ ۲۹۱/۲، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۱، کنزل العمال صفحہ ۱۵۸/۶)

کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا (حضرت) علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (کنزل العمال ص۱۵۶/۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت علی) کا ذکر عبادت ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلِیٌّ فَقَالَ ھٰذَا سَیِّدُ الْعَرَبِ فَقُلْتُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اَنْتَ سَیِّدُ الْعَرَبِ فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ الْعٰلَمِیْنَ وَھُوَ سَیِّدُ الْعَرَبِ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۰، حلیۃ الاولیاء صفحہ ۶۳/۱، المستدرک صفحہ ۱۲۴/۳)

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ نبی پاک نے فرمایا یہ عرب کا سردار ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! عرب کے سردار تو آپ ہیں۔ فرمایا میں تمام جہاں کا سردار ہوں اور علیؓ عرب کا سردار ہے۔

حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاَوْحٰی اِلَیَّ رَبِّیْ فِیْ عَلِیٍّ ثَلٰثُ خِصَالٍ اَنَّہٗ سَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ (کنز العمال ص۱۵۷/۶)

پس اللہ تعالیٰ نے مجھ کو علیؓ کے تین القاب وخصال وحی فرمائے کہ وہ مسلمانوں کا سردار، متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَاقَتِ الْجَنَّۃُ اِلٰی ثَلَاثَۃٍ عَلِیٍّ وَّعَمَّارٍ وَّسَلْمَانَ (المستدرک حاکم صفحہ ۱۳۷/۳)

جنت تین آدمیوں حضرت علی وعمار و سلمان کی مشتاق ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز ادا فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے بھیج دیا جس وقت وہ واپس تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے، آپؐ نے حضرت علیؓ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا اور آرام فرمانے لگے۔ حضرت

علیؓ نے جنبش تک نہ کی یہاں تک سورج غروب ہو گیا، جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا اے علی کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں!

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَآءُ فَرَأَیْتُھَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَیْتُھَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ حَتّٰی وَقَعَتْ عَلَی الْجِبَالِ وَعَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَذٰلِكَ فِی الصَّھْبَا (مشکل الآثار صفحہ ۳۸۸/۴، صفحہ ۸/۲، وزرقانی علی المواہب صفحہ ۱۱۶/۵)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ یہ علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، تو اس پر سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ سورج جو غروب ہو گیا تھا، وہ غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا یہاں تک کہ پہاڑوں پر اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی، حضرت علی اٹھے اور وضو کر کے نماز پڑھی، پھر سورج غروب ہو گیا اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل فرما کر ان اکابر ائمہ کا ذکر کیا جو اس کی صحت کے قائل ہوئے ہیں اور پھر ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا۔

حَدَّثَنِیْ جَمَاعَةٌ مِّنْ مَّشَائِخِنَا بِالْعِرَاقِ اَنَّھُمْ شَاھَدُوْا اَبَا مَنْصُوْرِ الْمُظَفَّرِ بن ازدشیر القباوی الْوَاعِظِ ذَکَرَ بَعْدَ الْعَصْرِ ھٰذَا الْحَدِیْثَ وَنَمَّقَهٗ بِاَلْفَاظِهٖ وَذَکَرَ فَضَائِلَ اَھْلِ الْبَیْتِ فَغَطَّتْ سَحَابَةُ الشَّمْسِ حَتّٰی ظَنَّ النَّاسُ اَنَّھَا قَدْ غَابَتْ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ اَوْمَأَ اِلَی الشَّمْسِ وَاَنْشَدَھَا

کہ ہمارے مشائخ کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ عراق میں علامہ ابو منصور المظفر بن ازدشیر القباوی کی مجلس وعظ میں حاضر تھے وہ عصر کے بعد اسی حدیث ردِ شمس اور اہل بیت کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ آسمان پر اس قدر بادل چھا گئے کہ انہوں نے آفتاب کو چھپا لیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہو گیا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو دفعتہً علامہ صاحب نے منبر پر کھڑے ہو کر آفتاب کی طرف اشارہ کر کے

فرمایا:

لَا تَغْرُبِیْ یَا شَمْسُ حَتّٰی یَنْتَهِیْ مَدْحِیْ لِآلِ الْمُصْطَفٰی وَلِنَجْلِهٖ

اے آفتاب! جب تک مدحِ آلِ محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ختم نہ کروں ہرگز غروب نہ ہونا۔

وَاثْنِیْ عِنَانَكِ اِنْ اَرَدْتُ ثَنَاءَهُمْ اَنَسِیْتِ اِذْ كَانَ الْوُقُوْفُ لِاَجْلِهٖ

جب تک میں ان کی صفت و ثنا کروں تو بھی اپنی باگ موڑ رکھ اے آفتاب کیا تو بھول گیا جب کہ تو ان کے واسطے لوٹ آیا تھا اور غروب ہونے سے ٹھہر گیا تھا۔

اِنْ كَانَ لِلْمَوْلٰی وُقُوْفُكِ فَلْيَكُنْ هٰذَا الْوُقُوْفُ لِوَلَدِهٖ وَلِنَسْلِهٖ

اگر اس وقت تو مولائے کائنات کے لئے ٹھہر گیا تھا تو چاہیئے کہ اس وقت بھی ان کی اولاد اور نسل کے لئے غروب ہونے سے توقف کر۔

قَالُوْا فَانْجَابَ السَّحَابُ عَنِ الشَّمْسِ وَطَلَعَتْ فرماتے ہیں کہ بادل فوراً ہٹ گیا اور سورج صاف طور پر نظر آنے لگا۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۶، روح البیان صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہٗ کے ساتھ حج کو گئے۔ جب آپ حجرِ اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا، پھر آپ رضؓ نے اُس کو چوما، حضرت علی کرّم اللّٰہ وجہہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! یہ پتھر نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کو کیسے علم ہے؟ حضرت علی نے فرمایا اللّٰہ کی کتاب قرآن سے اور وہ اس طرح کہ اللّٰہ تعالٰے فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ الآیہ کہ جب نکالا تمہارے ربّ نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور ان سے اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا ہاں! تو اللّٰہ تعالٰے نے اس عہد و پیمان کو ایک ورق پر لکھا، اور اُس وقت اِس حجرِ اسود کی آنکھیں بھی تھیں اور منہ بھی تھا۔ اللّٰہ تعالٰی نے اُس

کو فرمایا مُنہ کھول ! اِس نے مُنہ کھول دیا ۔ اللہ تعالےٰ نے وہ ورق جس پر عہد و میثاق لکھا ہُوا تھا، اس کے مُنہ میں رکھ دیا اور یہ نگل گیا ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اسے پتھر قیامت کے دن اُن کی گواہی دینا ۔ جو تیرے پاس اس عہد کو پورا کرتے ہُوئے آئیں گے ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سُنا ہے کہ قیامت کے دن یہ حجرِ اسود آئے گا اور اس کی زبان بہت تیز ہوگی اور ہر اُس شخص کی گواہی دے گا جو ایمان کے ساتھ اس کو چومے گا ۔

فَهُوَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ فَقَالَ عُمَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ اَعِيْشَ فِيْ قَوْمٍ لَسْتَ فِيْهِمْ يَا اَبَا حَسَنٍ (تفسیر درمنثور صفحہ ۱۴۴)

تو اے امیرالمؤمنین یہ اِس طرح نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے ۔ حضرت عمر رضہ نے فرمایا مَیں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ مَیں ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن آپ نہ ہوں ۔

ان تمام روایات میں بہت سے مسائل کا حل بھی ہے اور اہلِ محبّت کے لیے تو یہ روحانی تسکین اور قلبی طمانیت کا باعث ہیں ۔ ان مسائل کا ذکر یہاں طوالت کے سبب نہیں کیا جا رہا تاہم قارئین پر مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت کی حقانیت خوب واضح ہو رہی ہے ۔ اَلحمدللہ ربّ العالمین ۔

علم و فضلؓ

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قاضی (جج) بنا کر یمن کی طرف بھیجا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کم عمر، ناتجربہ کار اور قضا جانتا نہیں ہوں تو فیصلے کیسے کروں گا؟

فَضَرَبَ صَدْرِیْ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَہٗ وَثَبِّتْ لِسَانَہٗ فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ مَا شَکَکْتُ فِیْ قَضَاءٍ بَیْنَ اثْنَیْنِ ۔ (مستدرک حاکم صفحہ ۱۳۵/۳، تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۶)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر اپنا دستِ مبارک مار کر فرمایا الٰہی اس کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر اور اس کی زبان کو استقلال عطا فرما! حضرت علیؓ فرماتے ہیں پروردگار کی قسم اس دن سے کسی معاملے کے فیصلہ کرنے میں مجھے ذرہ بھر بھی شبہ نہ ہوا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا سینۂ مبارک علم و حکمت کا گنجینہ بن گیا، جس کے فیض سے سینے علوم و معارف کے گنجینے بن جائیں خود اس کے علوم کا کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس

بَابُھَا (ترمذی وحاکم صفحہ ۱۲۶/۳) کا دروازہ ہیں۔

ذاتِ او دروازۂ شہرِ علوم زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم (اقبال)

حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں صحابہ۔

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ اِلَّا عَلِیًّا

میں سوائے حضرت علی کے کوئی ایسا نہ تھا جس نے فرمایا ہو مجھ سے پوچھو!

(الریاض النضرہ صفحہ ۲۶۲/۳، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۵، کنزل العمال صفحہ ۳۹۷/۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں:

عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَ بَابٍ یُّفْتَحُ کُلُّ بَابٍ اِلٰی اَلْفِ بَابٍ (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۳۶۰/۷)

کہ مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے علم کے ہزار باب تعلیم کیے اور ہر باب سے آگے علم کے ہزار ہزار باب کھلتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ علی کیسے آدمی تھے؟ فرمایا

کَانَ مُمْتَلِئٌ جَوْفُہٗ حِکَمًا وَّ عِلْمًا وَّ بَاْسًا وَّ نَجْدَۃً مَّعَ قَرَابَتِہٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ان کا پیٹ علم و حکمت، قوت و طاقت اور شجاعت سے لبریز تھا اور پھر وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ قرابت بھی رکھتے تھے۔

(احمد، الریاض النضرۃ صفحہ ۲۵۶/۲، استیعاب صفحہ ۴۷۶/۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ عَیْبَۃُ عِلْمِیْ۔

کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ علی میرے علم بھید کا خزانہ ہے

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر صفحہ ۴۱۷، کنز العمال صفحہ ۱۵۳/۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ مَافِیْهَا حَرْفٌ اِلَّا وَلَهٗ ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّ اِنَّ عَلِیًّا عِنْدَهٗ مِنَ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ

(کشف الظنون، حلیۃ الاولیاء صفحہ ۶۵/۱)

کہ قرآن سات حرفوں (یعنی قرأتوں) میں نازل ہوا ہے اور کوئی حرف ایسا نہیں جس کا ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو اور ہر حرف کے ظاہر و باطن کا علم حضرت علی کے پاس ہے۔

حضرت مُسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَا اُسْئَالُ عَنْ شَیْئٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اُخْبِرُ عَنْهُ (کنز العمال صفحہ ۴۰۵/۶ خالص الاعتقاد صفحہ ۴۴)

پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ بلاشبہ عرش کے سوا کسی چیز کے متعلق تم مجھ سے نہیں پوچھو گے مگر میں اس کی خبر دوں گا۔

حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبے میں حاضر تھا، آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا:

سَلُوْنِیْ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ یَّكُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اِلَّا حَدَّثْتُكُمْ بِهٖ۔

مجھ سے پوچھو خدا کی قسم قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق تم مجھ سے نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں بتاؤں گا۔

(خالص الاعتقاد صفحہ ۴۴، الریاض النضرہ صفحہ ۱۹۸/۲)

علامہ سیّد شریف رحمۃ اللہ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں کہ جفر و جامعہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دو کتابیں ہیں جن میں آپ نے علم الحروف کی روش پر ختم دُنیا تک جتنے واقعات ہونے والے ہیں سب ذکر فرمائے ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد سے ائمہ مشاہیر رضی اللہ عنہم ان کتابوں کے رموز کو پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے چنانچہ مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا تو امام علی رضا نے اس کے قبول میں

فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا کہ :

اِنَّكَ قَدْ عَرَفْتَ مِنْ حُقُوْقِنَا مَالَمْ يَعْرِفْهُ اٰبَاءُكَ فَقَبِلْتُ مِنْكَ عَهْدَكَ اِلَّا اَنَّ الْجَفْرَ وَالْجَامِعَةَ يَدُلَّانِ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُتِمُّ (خالص الاعتقاد صفحہ ۴۵)

بلا شبہ تو نے ہمارے حقوق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے تھے اس لئے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں مگر "جفر و جامعہ" بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہو گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور امام صاحب نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی ‘

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزہ پر مسح کرنے کی نسبت پوچھا:

فَقَالَتْ اِيْتِ عَلِيًّا فَاسْئَلْهُ (مسلم، الریاض النضرہ صفحہ ۲۵۵/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے پوچھ !

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں سے پوچھا کہ عاشورا کے دن روزہ کی نسبت تمہیں کس نے فتویٰ دیا ہے ؟

قَالُوْا عَلِيٌّ ! قَالَتْ اَمَا اَنَّهٗ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ (الریاض النضرہ صفحہ ۲۵۵/۲)

لوگوں نے کہا (حضرت) علی نے فرمایا ‘ وہ سنت (نبوی) کو لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں ‘

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہٗ فرمایا کرتے تھے ۔

لَا يُفْتِيَنَّ اَحَدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَعَلِيٌّ حَاضِرٌ (استیعاب صفحہ ۴۷۵/۲)

کہ حضرت علی کی موجودگی میں کوئی شخص مسجد میں فتویٰ نہ دیا کرے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

خَطَبَنَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَقْضَانَا عَلِيٌّ

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے ہم کو خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ ہم میں بڑے قاضی علی ہیں ۔

(استیعاب صفحہ ۴۷۵/۲، حلیۃ الاولیاء صفحہ ۶۵/۱، الریاض النضرہ صفحہ ۲۶۲/۲، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ریش مبارک بہت گھنی اور بھری ہوئی تھی، چنانچہ ایک دن ایک یہودی، جس کی داڑھی بھری ہوئی نہیں تھی بلکہ کہیں کہیں چند

بال تھے۔ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے علی آپ کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر شے کا بیان ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو بتایئے قرآن میں میری اس مختصر اور آپ کی گھنی داڑھی کا بھی بیان ہے؟ فرمایا ہاں سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (القرآن)

جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب اگاتی ہے اور جو خراب زمین ہے وہ نہیں اگاتی مگر تھوڑا تھوڑا۔

لہٰذا وہ اچھی زمین میری ہے اور وہ خراب زمین تیری تھوڑی ہے،

حضرت ابی حزن بن اسود فرماتے ہیں کہ ایک مجنونہ عورت نے نکاح کے ۶ ماہ بعد بچہ جنا، لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے رجم کا ارادہ فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ چھ ماہ کے بعد بھی بچہ ہو سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (قرآن شریف) اور بچہ کے حمل میں رہنے اور اُس کے دُودھ چھوڑانے کی مدت تیس مہینے ہے اور دُودھ چھڑانے کی مدت دو برس ہے فرمایا: وَفِصٰلُهُ فِي عَامَيْنِ لہٰذا چوبیس ماہ دُودھ چھڑانے اور چھ ماہ حمل میں رہنے کے پورے تیس ہوئے۔ نیز مجنون مرفوع القلم ہیں۔

فَتَرَكَ عُمَرُ رَجْمَهَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ

تو حضرت عمرؓ نے اُس کے رجم کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ یعنی ایک بے گناہ عورت کا سنگسار ہونا میری ہلاکت کا باعث بن جاتا۔

(الریاض النضرۃ صفحہ ۲۵۶/۲، استیعاب صفحہ ۴۷۴/۲)

ایک شخص نے آپؓ کے زمانے میں دو عورتوں سے نکاح کیا، اتفاق سے ایک ہی رات اور ایک ہی جگہ دونوں نے بچے جنے، ایک کے لڑکی اور ایک کے لڑکا پیدا ہوا، رات اندھیری تھی بعد ازاں دونوں میں اختلاف ہو گیا کہ لڑکی کس کی ہے، اور لڑکا کس کا؟ ہر ایک یہی کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اختلاف جھگڑے کی صورت اختیار کر گیا۔ آخر دونوں آپؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور ماجرا عرض کیا، آپؓ نے

دونوں کے دُودھ کا وزن کیا، جس کا دُودھ وزنی نکلا، اس کو لڑکا دے کر فرمایا یہ بچّہ اِس کا ہے۔

فَقِيْلَ لَهٗ مِنْ اَيْنَ اَخَذْتَ هٰذَا، فَقَالَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ فَضَّلَ الذَّكَرَ فِىْ كُلِّ شَيْئٍ حَتّٰى فِىْ غِذَائِهٖ۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۶۲/۲)

تو کسی نے کہا کہ یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے نکالا ہے؟ فرمایا اللہ کے اس فرمان سے کہ لڑکوں کے واسطے لڑکیوں سے دوگنا ہے بے شک اللہ نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے یہاں تک کہ غذا میں بھی۔

حضرت حنش بن معتمر فرماتے ہیں کہ ایک عورت کے پاس دو قریشی سو دینار بطور امانت رکھ گئے، اور کہہ گئے کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس نہ آئیں تم کسی ایک کو یہ امانت نہ دینا، ایک سال گزرنے پر ان میں سے ایک نے آکر کہا کہ میرا وہ ساتھی مرگیا ہے لہٰذا وہ سو دینار مجھے دے دے، اُس نے دے دیئے۔ ایک سال اور گزر جانے پر وہ دوسرا ساتھی بھی آگیا اور آکر سو دینار کا مُطالبہ کرنے لگا، اُس عورت نے کہا کہ تمہارا ساتھی میرے پاس ایک سال پہلے آیا تھا اور یہ کہہ کر کہ میرا ساتھی مرگیا ہے مجھ سے وہ سو دینار لے گیا ہے۔ اُس نے کہا کیا تمہارے ساتھ یہ عہد نہ تھا کہ جب تک ہم اکٹھے نہ آئیں یہ امانت کسی اکیلے کو نہ دینا؟ پس اس عورت اور مرد میں جھگڑا شروع ہوگیا۔

چنانچہ وہ دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ نے دونوں کے بیانات سُنے، اور سمجھ گئے کہ یہ آدمی اس عورت سے دھوکا کر رہا ہے۔ فرمایا:

اَلَيْسَ قُلْتُمَا لَا تَدْفَعِيْهَا اِلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا دُوْنَ صَاحِبِهٖ؟ قَالَ بَلٰى! قَالَ فَاِنَّ مَالَكَ عِنْدَنَا اِذْهَبْ فَجِئْ بِصَاحِبِكَ حَتّٰى نَدْفَعَهَا اِلَيْكُمَا (الریاض النضرہ صفحہ ۲۴۱/۲، شمس التواریخ صفحہ ۴۸/۲)

کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں تم یہ مال کسی ایک کو نہ دینا؟ کہا ہاں! تو فرمایا تیرا مال ہمارے پاس ہے جا اپنے ساتھی کو لا اور دونوں آکر اپنا مال لے جاؤ!

ایک مرتبہ کوفے سے سات آدمی اکٹھے سفر کو گئے۔ ایک عرصے کے بعد جب سفر سے واپس آئے تو ایک اُن میں نہیں تھا، مفقود کی بیوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دربار میں آکر ان چھ آدمیوں پر اپنے خاوند کے قتل کا الزام لگا کر دعویٰ کر دیا۔ حضرتؓ نے اُن کو بُلایا اور ہر ایک کو الگ الگ مسجد کے گوشوں میں بٹھا کر ایک ایک آدمی اُن پر مقرر فرمایا تاکہ ایک دوسرے کو مِل کر بات نہ کرسکیں، پھر ایک کو اُن میں سے بُلا کر مفقود کا حال دریافت فرمایا۔ اُس نے اِنکار کیا اور کہا ہم نے قتل نہیں کیا، اُس کے انکار پر حضرت نے بُلند آواز سے تکبیر کہی۔ اِس کے پانچ ساتھیوں نے جب آپؓ کی تکبیر کی آواز سُنی تو اُنہوں نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھی نے سارے حالات بتا کر قتل کا اقرار کر لیا ہے۔ اِس وجہ سے حضرت امیر المؤمنین نے تکبیر بُلند فرمائی ہے۔ پھر آپؓ نے اُن میں سے ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ بُلایا تو ان سب نے اِس بناء پر اُس کے قتل کا اِقرار کر لیا کہ اُن کے ساتھی نے جب اقرار کر لیا ہے اور سارے حالات بتا دیے ہیں، تو اب ہمارا اِنکار کچھ فائدہ نہ دے گا وہ پہلا شخص کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین اُنہوں نے اقرار کیا ہے میں نے تو اقرار نہیں کیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا یہ لوگ تیرے ساتھی ہیں اور تیرے فعل پر شہادت دے رہے ہیں، اُن کی شہادت کے بعد تیرا اِنکار تجھے نفع نہیں پہنچاتا۔ پس اُس نے بھی اُن کے ساتھ اُس کے قتل میں شریک ہونے کا اقرار کر لیا۔ جب اُن کا اعترافِ قتل کامل ہو گیا تو آپؓ نے اُن پر اللہ کا حکم جاری فرمایا۔

ایک مرتبہ حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے آئے، ایک نے عرض کیا، یا رسُول اللہ میرا ایک گدھا تھا اِس شخص کی گائے نے اُس کو مار ڈالا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی کیا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اِن کے درمیان فیصلہ کرو؟ حضرت علی نے اِن دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ وہ دونوں جانور بندھے تھے یا کُھلے تھے؟ یا ان میں سے ایک بندھا اور دوسرا کھلا تھا؟ گدھے کے مالک نے کہا کہ میرا گدھا بندھا تھا اور اس کی گائے کھلی تھی،

اور یہ اُس کے ساتھ تھا۔ گائے کے مالک نے اس کی تصدیق کی، حضرت علیؓ نے فرمایا
کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ گائے کا مالک، گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ حضور صَلَّی اللہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا علی کا فیصلہ درست ہے۔ چنانچہ وہی فیصلہ جاری کیا گیا
(نور الابصار صفحہ ۸۸)

حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے ایک کے
پاس پانچ، اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں کہ اتنے میں ایک تیسرا آگیا ان دونوں نے
اس کو کھانے کی دعوت دی، وہ بھی اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا۔ وہ تینوں آٹھوں
روٹیاں کھا چکے تو وہ تیسرا آدمی اُٹھا اور اُس نے ان کو آٹھ درہم دے کر کہا کہ یہ عوض ہے
اُس کھانے کا جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری پانچ
روٹیاں تھیں اور تیری تین۔ لہٰذا تین درہم تیرے ہوئے اور پانچ میرے، تین روٹیوں والے نے کہا،
مَیں تین نہیں لوں گا بلکہ نصفا نصف، چار تیرے اور چار میرے۔ اِس پر ان میں جھگڑا شروع
ہوگیا۔ تصفیہ کے لئے دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس حاضر ہوتے اور تمام
قصّہ بیان کیا۔ آپؓ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ جو کچھ تیرا دوست تجھ کو دیتا ہے۔
خوشی سے لے لے۔ اُس میں تجھے فائدہ ہے۔ اس نے کہا جب تک مجھے میرا حق نہ ملے
مَیں خوش نہیں ہوں گا، آپؓ نے فرمایا تیرا حق تو پھر ایک درہم ہے۔ اُس نے کہا،
امیر المؤمنین! میرا حق ایک درہم کیونکر ہے؟

قَالَ لِاَنَّ اَنْعَمَانِیَۃَ اَرْبَعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ ثُلُثًا، لِصَاحِبِ الْخَمْسَۃِ خَمْسَۃَ عَشَرَ وَلَكَ تِسْعَۃٌ وَّقَدِ اسْتَوَیْتُمْ فِی الْاَکْلِ فَاَکَلْتَ ثَمَانِیَۃً وَّبَقِیَ لَكَ وَاحِدٌ وَّاَکَلَ صَاحِبُكَ ثَمَانِیَۃً مَّا بَقِیَ لَہٗ سَبْعَۃٌ وَّاَکَلَ الثَّالِثُ ثَمَانِیَۃً سَبْعَۃٌ لِّصَاحِبِكَ

فرمایا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں
پندرہ ۱۵ تیرے ساتھی پانچ روٹی والے کی
اور نو ۹ تیری اور تم نے برابر کھایا ہے۔ پس
تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری نو ۹ میں
سے ایک تہائی بچی۔ اور تیرے دوست کی
پندرہ تہائیاں تھیں آٹھ اس نے کھائیں
اور اس کی سات بچیں، ایک تہائی تیری اَو

وَوَاحِدٌ لَّكَ فَقَالَ رَجُلٌ رَضِيْتُ الْاٰنَ - (استیعاب صفحہ ۴۷۵، کنزل العمال صفحہ ۴۹۸/۵، الریاض النضرہ صفحہ ۲۶۳، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۷)

سات تیرے دوست کی، آٹھ وہ کھا گیا آٹھ تہائیاں کھا کر اُس نے آٹھ درہم دیئے لہذا فی تہائی ایک درہم تیرا اور سات تیرے دوست کے تو اُس نے عرض کیا! اَب میں ایک ہی پر راضی ہوں۔

ایک مرتبہ آپ گھر سے نکل کر کہیں جانے کے لئے سوار ہو رہے تھے، ایک پاؤں رکاب میں تھا کہ ایک عورت آ گئی اور عرض کیا یا امیرالمؤمنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے اور مجھ کو لوگوں نے صرف ایک دینار دیا ہے۔ میں آپ سے اپنا حق اور انصاف پوچھنے آئی ہوں۔ آپؑ نے اسی وقت فرمایا کہ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہوں گی؟ اس نے کہا ہاں! آپؑ نے فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار تو اُن کے ہو گئے، پھر فرمایا تیرے بھائی کی ماں اور زوجہ بھی ہو گی؟ اُس نے کہا ہاں! آپؑ نے فرمایا سُدس یعنی سو دینار ماں کے اور ثمن یعنی پچھتر دینار زوجہ کے ہو گئے۔ پھر فرمایا تیرے بارہ بھائی ہیں؟ کہا ہاں! فرمایا دو دو دینار بھائیوں کو ملے، ایک دینار تیرا حق ہے، پس تو اپنا حق پا چکی ہے جا لوٹ جا! (مطالب السئول)

ایک مرتبہ آپؑ کوفے کے منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیرالمؤمنین! میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے اور اس کا خاوند کے ترکہ میں آٹھواں حصہ ہے اور میرے داماد کے وارث اس کو نواں حصہ دیتے ہیں۔ میں آپؑ سے انصاف کا خواہاں ہوں، فرمایا تیرا داماد دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے؟ عرض کیا ہاں! فرمایا اس کے ماں باپ بھی زندہ ہیں؟ عرض کیا ہاں! فرمایا کہ تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ اَب نواں حصہ ہو گیا ہے۔ پس تو اس سے زیادہ مت طلب کر! (مطالب السئول)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔

اَعْلَمُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بِالْفَرَائِضِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ (الریاض النضرہ صفحہ ۲۵۶/۲)

کہ مدینہ منورہ میں فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے علی بن ابی طالب ہیں۔

کرامات

حضرت ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کوفے میں تشریف لائے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے عرب سے کوفے میں آکر بود و باش اختیار کر لی ان میں سے ایک نوجوان آپؓ کے لشکر میں داخل ہو گیا اور آپؓ کے ساتھ لڑائیوں میں حاضر رہا۔ اِس نوجوان نے عرب سے آئے ہوئے لوگوں میں سے ایک عورت کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا۔ اِسی روز آپؓ نے صبح کی نماز کے بعد ایک آدمی سے فرمایا۔ کہ فلاں محلے میں ایک مسجد ہے۔ اس مسجد کے قریب ایک مکان ہے، اس مکان میں تجھے ایک عورت اور ایک مرد کے آپس میں تکرار کرنے کی آواز سُنائی دے گی، تو ان دونوں کو جا کر میرے پاس لے آ! وُہ آدمی گیا اور ان دونوں کو لے کر حاضرِ خدمت ہو گیا، آپؓ نے ان سے پوچھا کہ تم رات بھر تکرار کیوں کرتے رہے؟ اِس نوجوان نے عرض کیا یا امیر المؤمنین مَیں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے جب خلوت کا وقت ہُوا مجھے اِس سے قدرتی طور پر ایسی نفرت ہو گئی کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کو اِسی وقت گھر سے نکال دوں اور مَیں نے اِس سے صحبت وغیرہ نہیں کی، اس وجہ سے میری اور اس کی تکرار ہو رہی تھی، کہ آپ کا خادم پہنچا، اور ہم اِس کے ساتھ آپؓ کی خدمت میں چلے آئے ہیں۔ آپؓ نے حاضرین سے فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو غیر کے سامنے بیان نہیں کی جاتیں۔ یہ سُن کر تمام حاضرین سوائے اِن دونوں کے اُٹھ کر چلے گئے۔ آپؓ نے اُس عورت سے فرمایا کیا تو جانتی ہے کہ یہ نوجوان کون ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں! فرمایا اگر ہم تجھ پر تیری کوئی مخفی بات ظاہر کریں تو تو انکار تو نہیں کرے گی؟ اُس نے کہا نہیں! فرمایا کیا تو فلانی اور فلاں کی بیٹی نہیں ہے؟ کہا ہاں! فرمایا کیا تیرا چچیرا بھائی نہیں تھا اور تم دونوں میں محبّت نہیں تھی؟ اُس نے کہا ٹھیک ہے! فرمایا تیرا باپ تیرا نکاح اس سے نہیں کرنا چاہتا تھا اور اپنے پڑوس سے اس کو نکال دیا تھا؟ عرض کیا بالکل ٹھیک ہے! فرمایا کہ پھر تو ایک رات قضائے حاجت کے بہانے گھر

سے نکلی اور اُس سے جا کر ملی تو اُس نے تجھ سے وطی کی اور تو اِس سے حاملہ ہوگئی۔ اور تو نے اپنے حمل کو اپنے باپ سے چھپایا، اور تیری ماں کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ وضعِ حمل کے وقت وہ رات کو تجھے لے کر گھر سے نکلی اور باہر جا کر تجھے لڑکا پیدا ہُوا اور تم نے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں رکھ دیا اور آپ وہاں سے چلیں کہ ایک کتّا آیا اور اُسے سونگھنے لگا۔ تجھے خوف پیدا ہُوا کہ کہیں اُسے کھا نہ جائے تو تُو نے ایک پتھر اُٹھا کر اس کو زور سے مارا اور پتھر اُس بچّے کے سر پہ لگا اور اُس کا سر زخمی ہو گیا۔ تُو نے اور تیری ماں نے وہاں پہنچ کر اس کے سر پر پٹی باندھی اور اس کو وہیں چھوڑ دیا اور دونوں گھر چلی آئیں۔ پھر تمہیں اس کا حال معلوم نہیں۔ وہ عورت یہ سُن کر حیران و خاموش تھی۔ فرمایا۔ سچ بول! عرض کرنے لگی یا امیر المؤمنین سچ ہے۔ میری ماں کے سوا کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ فرمایا ہمیں تو اللہ تعالےٰ نے اطلاع دی ہے۔ پھر فرمایا فلاں قوم کے لوگ صبح صبح وہیں سے گزرے وہ اُس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ ان لوگوں میں پرورش پا کر جوان ہُوا اور اُن کے ساتھ کوفے میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یہ تیرا وہی بیٹا ہے پھر آپؑ نے اس نوجوان کو فرمایا اپنا سر کھول دے! اُس نے کھول دیا اور زخم کا اثر نظر آیا۔

فَقَالَ هٰذَا ابْنُكِ قَدْ عَصَمَهُ اللّٰهُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْهِ فَخُذِيْ وَلَدَكِ وَانْصَرِفِيْ فَلَا نِكَاحَ بَيْنَكُمَا

(مطالب السؤل، لطلحۃ الشافعی شمس التواریخ صفحہ ۸۰۰/۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے خدا نے اِس امر سے جو کہ اس پر حرام تھا اس کو بچایا ہے اپنے بیٹے کو لے اور گھر لوٹ جا تم دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہے۔

آپؑ کے عہدِ خلافت میں ایک حبشی غلام نے چوری کی۔ اس کو آپؑ کے پاس لایا گیا آپؑ نے اُس سے فرمایا تم نے چوری کی ہے؟ اس نے اقرار کرتے ہُوئے کہا۔ جی ہاں! آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ جب وہ ہاتھ کٹوا کے چلا تو راستے میں اس کو سلمان فارسیؓ اور ابن الکراء نے اس سے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

اُس نے جواب دیا امیر المؤمنین، امام المسلمین، دامادِ رسُول، شوہرِ بتول حضرت علی نے

ابن الکرا نے کہا۔ انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹ دیا اور تو ان کی تعریف کر رہا ہے؟ اُس نے کہا میں ان کی تعریف کیوں نہ کروں، انہوں نے ہاتھ عدل کرتے ہُوئے از روئے حق کاٹا ہے اور مجھے دوزخ سے بچایا ہے! حضرت سلمان فارسی نے اِس کا یہ جواب امیرالمؤمنین حضرت علی کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ آپؓ نے اُس حبشی کو بلایا۔

وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ وَغَطَّاهُ بِمِنْدِيْلٍ وَّدَعَا بِدَعْوَاتٍ فَسَمِعْنَا صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ اِرْفَعِ الرِّدَآءَ عَنِ الْيَدِ فَرَفَعْنَاهُ فَاِذَا الْيَدُ قَدْ بَرَأَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَمِيْلِ صُنْعِهٖ

اور اس کا ہاتھ اس کے پہنچے پر رکھ کر رُمال سے ڈھانپ دیا اور دعا فرمائی تو ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ رومال کو ہاتھ سے اٹھا دو تو جونہی ہم نے رومال اٹھایا اس کا ہاتھ اللہ تعالےٰ کے حکم اور اس کی قدرت کی خوبی سے درست ہو گیا تھا۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۴۷۹/۵)

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ اور آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم نے ایک رات ایک شخص کو سُنا جو نہایت دردناک لہجے میں اشعار پڑھ رہا تھا جن کا مضمون یہ تھا کہ اللہ تُو بخشنے والا ہے، میری خطا کو معاف فرما کر مجھے بخش دے، حضرت علی نے دونوں صاحبزادوں کو فرمایا کہ اس کو بلاؤ! اُن کے بلانے پر وہ شخص حاضر ہُوا، اس کا دایاں ہاتھ سوکھا ہُوا اور بیکار تھا، آپؓ نے اُس سے فرمایا کہ مَیں نے تمہارے اشعار سُنے ہیں، کیا معاملہ ہے؟ اُس نے عرض کیا حضور مَیں وہ شخص ہوں جو عیش و عشرت اور گناہوں میں مشغول رہتا تھا اور میرے والد مجھے نصیحت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اللہ تعالےٰ کی گرفتیں بھی ہُوا کرتی ہیں اور سزائیں بھی، جو ظلم کرنے والوں سے دور نہیں ہوتیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے سختی سے نصیحت کی تو میں ان کو مار بیٹھا۔ انہوں نے قسم کھالی، وہ میرے لئے بد دعا کرنے اور اللہ تعالےٰ سے فریاد کرنے مکّہ مکرمہ جائیں گے۔

چنانچہ وہ گئے اور میرے لئے بیت اللہ شریف میں بد دعا کی، بس اسی وقت سے میرا یہ دایاں ہاتھ خشک اور بیکار ہو گیا۔ میں اپنے کئے پر بہت نادم و شرمسار ہُوا۔ اُن

کی منت وسماجت کی معافی مانگی یہاں تک کہ میں نے اُن کو راضی کر لیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لئے دعا کرنے میں بھی وہیں جاؤں گا۔ جہاں بد دعا کی تھی۔ چنانچہ میں نے ان کو اونٹنی پر سوار کر دیا مگر اونٹنی بدک گئی اور ان کو پتھروں کے درمیان لے جا کر پھینک دیا' وہ اسی وقت مر گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا اگر تمہارے والد خوش ہو گئے تھے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو گئے' اُس نے عرض کیا:

خدا کی قسم میرے والد مجھ سے خوش ہو گئے تھے' آپؓ نے چند رکعتیں پڑھیں اور آہستہ آہستہ دعا کی اس کا ہاتھ اسی وقت درست ہو گیا۔ فرمایا اگر تمہارے والد خوش نہ ہوئے ہوتے تو میں تمہارے لئے دعا نہ کرتا (جمال الاولیا صفحہ ۲۸/۱)

حضرت علی بن زاذان رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک شخص نے اس کی تکذیب کی۔ آپؓ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہو تو میں تیرے لئے بد دعا کروں؟ اُس نے کہا ہاں!

فَدَعَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْرَحْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهٗ۔ (الریاض النضرہ صفحہ ۲۹۶/۲' الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۷' البدایہ والنہایہ صفحہ ۵/۸)

آپؓ نے اِس پر بد دعا فرمائی۔ پس وہ وہاں سے ابھی ہٹا بھی نہ تھا کہ اُس کی بینائی جاتی رہی۔

تواضع

حضرت ابو مطر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد سے نکل کر جا رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی اپنا تہ بند اوپر اٹھاؤ؟ میں نے مڑ کر دیکھا تو امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے۔ آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ میں آپؓ کے ساتھ ہو گیا۔ آپؓ اونٹوں کے بازار میں تشریف لے گئے اور تاجروں سے فرمایا' بیچو مگر قسم نہ کھاؤ کیونکہ اس سے برکت جاتی رہتی ہے۔ اگرچہ چیز بک جاتی ہے۔ پھر ایک کھجور بیچنے والے کی دکان پر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک غلام رو رہا ہے اُس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ اس نے کہا۔ میں نے اس دکان والے سے ایک درہم کی کھجور خریدی ہے مگر میرے مالک نے واپس

کر دی ہے اور یہ مجھ سے واپس نہیں لیتا۔ آپؓ نے اِس دکان دار سے فرمایا یہ غلام ہے اپنا اختیار نہیں رکھتا لہٰذا اس سے واپس لے لو! اس نے تامّل کیا تو میں نے کہا تو جانتا نہیں کہ یہ کون ہیں؟ یہ امیرالمؤمنین علی ہیں! اُس نے کھجوریں واپس لے لیں اور اس غلام کو درہم دے دیا اور عرض کیا آپؓ مجھ پر خوش ہوئے؟ فرمایا اگر مجھے خوش کرنا ہے تو لوگوں کو ان کا حق پورا دو! پھر آپؓ دوسرے دکان داروں کے پاس تشریف لے گئے فرمایا اگر مسکینوں کو کھلاؤ گے تو تمہارے کسب میں برکت ہوگی! وہاں سے مچھلی بیچنے والوں کی دکانوں پر تشریف لے گئے اور فرمایا ہمارے بازار میں طافی یعنی وہ مچھلی جو مر کر پانی کے اوپر آجاتی ہے۔ نہ بیچنا! پھر پارچا فروشوں کی دکانوں پر تشریف لے گئے اور فرمایا تین درہم کی ایک قمیص مجھے دو! مگر جب دیکھا کہ دکان دار آپؓ کو پہچانتا ہے تو اس سے نہیں خریدی دوسری دکان پر تشریف لے گئے، وہ بھی آپؓ کو پہچانتا تھا اس سے بھی نہ لیا۔ پھر ایک نوجوان لڑکے کی دکان پر تشریف لے گئے، جو آپ کو پہچانتا نہیں تھا اس سے تین درہم کا ایک قمیص خریدا۔ جب اُس کا والد دکان پر آیا تو کسی نے اس کو خبر کر دی کہ تیرے لڑکے نے امیرالمؤمنین علی کو تین درہم کی ایک قمیص دی ہے وہ اپنے لڑکے پر بہت خفا ہُوا کہ تو نے امیرالمؤمنین سے ایک درہم زیادہ کیوں لیا؟ پھر وہ ایک درہم لے کر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ یہ ایک درہم آپ واپس لے لیں! فرمایا کیوں؟ اُس نے عرض کیا اس قمیص کی قیمت دو درہم ہے۔ جو آپؓ نے میرے لڑکے سے خریدی ہے۔ فرمایا:

بَاعَنِیْ بِرِضَائِیْ وَاَخَذَ بِرِضَائِہٖ — بیع و شرا طرفین کی رضا سے ہو گئی اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(کنز العمال صفحہ ۴۱۲/۶، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸، الریاض النضرہ ۲/۲۱۴)

حضرت عنترہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں قصرِ خورنق میں حاضر ہُوا۔ سخت سردی کے دن تھے۔ آپؓ نے ایک پرانا کھیس اوڑھا ہُوا تھا اور شدت سردی سے کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا امیرالمؤمنین اللہ نے آپؓ اور آپؓ کے اہل و عیال کے لئے اس بیت المال میں حصّہ مقرر فرمایا ہے اور آپؓ اپنے نفس کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں؟

فَقَالَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَرْزَأُ مِنْ مَّالِکُمْ شَیْئًا وَّھٰذِہِ الْقَطِیْفَۃُ ھِیَ الَّتِیْ خَرَجْتُ بِھَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ ۔ (الریاض النضرہ صفحہ ۳۱۴/۲ ، البدایہ والنہایہ صفحہ ۳/۴)

تو فرمایا خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے مالوں میں سے کچھ لوں، یہ میرا وہی کھیس ہے جس کو میں مدینہ سے اپنے ساتھ لایا تھا۔

حضرت حسن بن جرموز اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) مسجد کوفہ سے نکلے آپؓ کے اوپر دو کپڑے تھے ایک کپڑا آپؓ نے بطور تہ بند باندھا ہوا تھا اور دوسرا اوپر اوڑھا ہوا تھا، آپؓ کے ہاتھ میں دُرّہ تھا، بازاروں میں تشریف لے گئے۔

فَاَمَرَھُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَحُسْنِ الْبَیْعِ وَالْوَفَاءِ فِی الْکَیْلِ وَالْقِسْطِ فِی الْمِیْزَانِ ۔ (الاستیعاب صفحہ ۴۷۸/۲ ، الریاض النضرہ صفحہ ۲۰۵/۲ ، البدایہ والنہایہ صفحہ ۳/۸)

تو آپؓ نے دکان داروں کو اللہ عزّوجلّ کا خوف، سچ بولنے، کھرا سودا بیچنے، پیمانے کو پورا کرنے اور ترازو کے برابر رکھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت ابو النوار پارچا فروش فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین اپنے غلام قنبر کو ساتھ لئے ہوئے میری دکان پر تشریف لائے اور دو موٹے کپڑے خریدے۔

فَقَالَ لِغُلَامِہٖ قَنْبَرًا اِخْتَرْ اَیَّھُمَا شِئْتَ فَخَیَّرَ قَنْبَرًا اَحَدَھُمَا وَاَخَذَ الْاٰخَرَ فَلَبِسَہٗ (احمد)

تو اپنے غلام قنبر سے فرمایا دونوں میں سے جس کو چاہو لے لو! تو قنبر نے ایک پسند کر کے لے لیا اور دوسرا آپؓ نے لے کر پہن لیا۔

حضرت ابن عباس اور ابو مطر بصری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں تین درہم سے ایک قمیص خریدا جب اس کو پہنا تو کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے عمدہ لباس دیا جس سے میں

وَاُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۴/۸)

زینت کروں اور اپنے ستر کو چھپاؤں گا۔ پھر فرمایا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سُنا ہے۔

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے امیرالمؤمنین علی (کرم اللہ وجہہ) کو کوفے کے بازار میں دیکھا کہ دستِ مُبارک میں تلوار لئے ہُوئے فرما رہے تھے۔

مَنْ یَّشْتَرِیْ مِنِّیْ ھٰذَا السَّیْفَ؟ فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ لَطَالَ مَا کَشَفْتُ بِہِ الْکُرُوْبَ عَنْ وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ کَانَ عِنْدِیْ ثَمَنُ اِزَارٍ مَّا بِعْتُہٗ (کنزل العمال صفحہ ۴۰۹، الریاض النضرہ صفحہ ۲/۲۱۴، حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱/۸۳)

کوئی ہے مجھ سے یہ تلوار خریدنے والا..... ؟ خدا کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا مَیں نے کئی بار اس تلوار سے حضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے روبرو لڑائیوں کو فتح کیا ہے اگر میرے پاس ایک تہ بند کی قیمت ہوتی تو مَیں اس کو ہرگز نہ بیچتا۔

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپؓ اپنی قمیص کو پیوند کیوں لگاتے ہیں؟

قَالَ یَخْشَعُ الْقَلْبُ وَیَقْتَدِیْ بِہِ الْمُؤْمِنُ۔ (الریاض النضرہ صفحہ ۲/۲۰۷، کنز العمال صفحہ ۶/۴۰۹)

فرمایا اس سے دل نرم رہتا ہے اور مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ:

رَأَیْتُ عَلِیًّا اِشْتَرٰی تَمَرًا بِدِرْھَمٍ فَحَمَلَہٗ فِیْ مِلْحَفَتِہٖ فَقَالَ رَجُلٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَا نَحْمِلُہٗ عَنْکَ؟ فَقَالَ اَبُوْ الْعِیَالِ اَنَا اَحَقُّ بِحَمْلِہٖ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۸/۵)

میں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ آپؓ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور ان کو چادر میں ڈال کر خود اُٹھایا ایک شخص نے کہا امیرالمؤمنین لائیے میں اٹھا لیتا ہوں۔ فرمایا میں ہی اس کے اُٹھانے کا

زیادہ حقدار ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امیر المؤمنین علی کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپؓ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے ہیں۔ میں نے تعجّب کیا تو فرمایا کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَرْقَعُ ثَوْبَهٗ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ (احمد)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے جوتے اور کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے اور گدھے پر سواری فرما لیا کرتے اور اپنے پیچھے دوسرے کو بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن شریک اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا۔ آپؓ نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ اس کی خوشبو، رنگ اور ذائقہ کتنا اچھا ہے۔

وَلٰكِنْ اَكْرَهُ اَنْ اُعَوِّدَ نَفْسِيْ مَا لَمْ تَعْتَدْ (کنز العمال صفحہ ۴۱۰، الریاض النضرہ صفحہ ۳۰، حلیۃ الاولیأ صفحہ ۸۱)

لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ عادی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زرین رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں عید الاضحیٰ کے دن امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے میرے آگے حریرہ رکھا۔ میں نے عرض کیا امیر المؤمنین اللہ تعالےٰ آپؓ کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے مال و متاع کی کثرت کی ہے (مطلب یہ ہے کہ اس قدر مال و متاع کے ہوتے ہوئے عید کے دن یہ؟ (حریرہ) فرمایا اے عبداللہ!

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِلْخَلِيْفَةِ مِنْ مَّالِ اللهِ اِلَّا قَصْعَتَانِ قَصْعَةٌ يَّاْكُلُهَا هُوَ وَاَهْلُهٗ وَقَصْعَةٌ يَّضَعُهَا بَيْنَ

میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین کے لئے خدا کے مال سے دو پیمانوں سے زیادہ لینا حلال نہیں، ایک پیمانہ تو اس کے اور اسکے اہل و عیال

اَیۡدِی النَّاسِ   اور دوسرا اس کے مہمانوں کے لیے۔

(الریاض النضرہ صفحہ ۳۱۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۳/۸)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں دارالامارۃ کوفہ میں حاضر ہُوا۔ آپؓ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دُودھ کا رکھا ہُوا تھا، روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی اپنے ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنے پر رکھ کر توڑتے تھے یہ دیکھ کر مجھے بہت احساس ہُوا تو مَیں نے آپؓ کی لونڈی فضّہ سے کہا:

اَلَاتَرۡحَمِیۡنَ عَلٰی ھٰذَا الشَّیۡخِ   کہ تجھے اِس بزرگ پر ترس نہیں آتا،

اِن کے لئے جَو چھان کر روٹی پکایا کر! کیا تو نہیں دیکھتی کہ روٹی پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس کے توڑنے پر اِن کو کیسی مشقت ہوتی ہے؟ فضہ نے جواب دیا امیرالمومنین نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ان کے لئے کبھی بھی چھان کر نہ پکایا کریں۔ یہ سُن کر امیرالمومنینؓ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن غفلہ تو اس لونڈی سے کیا کہہ رہا ہے۔ مَیں نے جو کچھ کہا تھا عرض کر دیا اور التجا کی اے امیرالمومنین آپ اپنی جان پر رحم فرمایئے اور اتنی مشقت نہ اٹھایئے!

فَقَالَ وَیۡحَكَ یَا سُوَیۡدُ مَا شَبِعَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ وَاَهۡلُهٗ مِنۡ خُبۡزِ بُرٍّ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَمَا نُخِلَ لَهٗ طَعَامٌ قَطُّ وَلَقَدۡ جُعۡتُ بِالۡمَدِیۡنَةِ جُوۡعًا شَدِیۡدًا فَخَرَجۡتُ لِطَلَبِ الۡعَمَلِ فَاِذَا بِامۡرَأَةٍ قَدۡ جَمَعَتۡ مَدَرًا تُرِیۡدُ اَنۡ تَبُلَّهٗ فَقَاطَعۡتُهَا عَلٰی دَلۡوٍ بِتَمۡرَةٍ فَمَدَدۡتُ سِتَّةَ عَشَرَ دَلۡوًا حَتّٰی مَجَلَتۡ یَدَایَ ثُمَّ اَخَذۡتُ التَّمۡرَ وَاَتَیۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَاَخۡبَرۡتُهٗ فَاَکَلَ مِنۡهُ

تو آپؓ نے فرمایا اے سوید تجھ پر افسوس ہے رسُول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اور آپ کے اہل و عیال نے کبھی تین دن برابر گیہوں کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی اور نہ ہی کبھی آپ کے لئے آٹا چھان کر پکایا گیا اور ایک دفعہ میں مدینہ منوّرہ میں سخت بھوکا تھا تو مزدوری کے لئے نکلا، دیکھا کہ ایک عورت مٹی کے ڈھیلوں کو جمع کر کے ان کو بھگونا چاہتی تھی مَیں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اُجرت طے کی اور سولہ ڈول ڈال کر اُس مٹی کو بھگو دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں

چھالے پڑ گئے پھر وہ کھجوریں لے کر میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے حضور حاضر ہُوا اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے بھی ان کھجوروں میں سے کچھ کھائیں

نہج البلاغۃ میں آپ کا ارشادِ مبارک نقل کیا گیا ہے۔ فرمایا :

وَاللّٰہِ لِدُنْیَاکُمْ ھٰذِہٖ اَھْوَنُ فِیْ عَیْنِیْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِیْرٍ فِیْ یَدِ مَجْذُوْمٍ — خدا کی قسم! جو تمہاری دنیا ہے یہ میری نظروں میں اس خنزیر کی اوجھڑی جو کسی جذامی کے ہاتھ میں ہو اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے (نہج البلاغۃ صفحہ ۲۰۵)

غور و فکر سے کام لینے والے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جس خلافت کا یہ حال ہو کہ نہ پیٹ بھر کر روٹی ملے اور نہ پہننے کو کپڑا اور کاموں کی اس قدر کثرت کہ دن رات آرام نہیں، اور دکان، دکان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جانا اور اس پر بھی ہر وقت خوفِ الٰہی وارد کہ کہیں کوئی کام ایسا نہ ہو جائے جو عتاب الٰہی کا باعث ہو جائے کیا ایسی خلافت کو آدمی شوق سے قبول کر سکتا ہے؟ مگر چونکہ وہ مقدس ترین لوگ اس خدمت دین و خلق کو عبادت سمجھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے قبول کر لیا۔ اور فی الحقیقۃ اس کا حق بھی ادا کیا۔

چنانچہ مسئلہ خلافت میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ کا وہ ارشاد جو فیصلہ کُن ہے ہدیۂ قارئین ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ بصرہ میں تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا امیر المؤمنین! بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے آپؓ سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپؓ ان کے بعد خلیفہ ہوں گے، کیا یہ بات درست ہے؟ کیونکہ آپؓ سے بڑھ کر اس بات کو اور کوئی نہیں جان سکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے کہ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا۔ اگر آپؐ نے مجھ سے اِس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو ہرگز منبرِ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر کھڑے نہ ہونے دیتا، اور ان کو قتل کر دیتا، خواہ کوئی میرا ساتھ دیتا یا نہ دیتا، تمہیں معلوم

ہے کہ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نہ قتل ہوئے اور نہ آپ کا اچانک انتقال ہُوا بلکہ آپؐ مرض الموت میں چند دن مبتلا رہے۔ جس وقت آپؐ کی بیماری نے طول پکڑا تو مؤذن نے آپؐ کو نماز کے لئے بلایا۔ آپؐ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے نماز پڑھائی اور آپؐ اپنے مقام پر دیکھتے رہے۔ جب دوسری نماز کا وقت آیا پھر مؤذن نے آپؐ کو نماز کے لئے بُلایا، آپؐ نے پھر حضرت ابوبکر صدّیق رضؓ کو حکم دیا انہوں نے نماز پڑھائی اور آپؐ اپنی جگہ سے دیکھتے رہے۔ حالانکہ اُمّ المؤمنین (حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا) نے آپؐ کو روکا مگر آپؐ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ ابوبکر ہی کو کہو کہ نماز پڑھائیں، پھر جب حضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے وفات پائی تو ہم نے اپنے امور و معاملات میں غور و فکر کیا اور اُس شخص کو اپنی دُنیا کے واسطے منتخب کیا جس کو حضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ہمارے دین کے واسطے منتخب کیا تھا۔ کیونکہ نماز دینِ اسلام کی اصل اور جڑ ہے اور آپ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے، لہٰذا ہم نے حضرت ابوبکر رضؓ کی بیعت کر لی اور بلا شبہ وہی اس کے اہل تھے، اسی واسطے اُن کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کوئی آپؓ کی خلافت سے بے زار ہُوا۔

چنانچہ میں نے بھی ان کا حق ادا کیا اور اُن کی اطاعت کی اور ان کے لشکروں میں شریک ہو کر کفار سے جہاد کیا۔ جو کچھ انہوں نے مجھے عطا کیا۔ مَیں نے لے لیا اور جہاں کہیں انہوں نے مجھے بغرض جہاد بھیجا مَیں گیا اور دل کھول کر لڑا اور ان کے حکم سے حدِّ شرع لگائی پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو چونکہ وہ حضرت عمر رضؓ کو خلیفہ بنا گئے تھے ہم نے ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ کیا تھا۔ جب اُن کا بھی انتقال ہونے لگا تو مَیں نے اپنے دل میں غور کیا اور اپنی قرابت جو رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ساتھ ہے اور اسلام میں اپنی سبقت اور اپنے اعمال و افضال پر نظر کی تو مجھے خیال پیدا ہُوا کہ اب حضرت عمر میرے برابر کسی کو نہیں خیال فرمائیں گے لیکن انہیں خوف پیدا ہُوا کہ کہیں مَیں ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنا جاؤں جس کا انجام اچھا نہ ہو، اسی خیال سے اُنہوں

نے اپنے بیٹے کو بھی خلافت سے محروم کر دیا، ورنہ ان کے بیٹے سے بڑھ کر خلافت کا کون مستحق ہوسکتا تھا؟ چنانچہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اب خلافت کا مسئلہ قریش کے چھ آدمیوں کے ہاتھ میں تھا، چنانچہ ان چھ آدمیوں کی جماعت انتخابِ خلافت کے لئے بیٹھی اور آپس میں یہ عہد کیا کہ جو خلیفہ منتخب ہو جائے اس کی اطاعت کی جائے اس وقت بھی میرے دل میں خیال تھا کہ یہ مجھ سے دریغ نہ کریں گے لیکن عبدالرحمٰن بن عوف نے غور و فکر کے بعد حضرت عثمان بن عفّان کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی، میں نے ان دوسرے چار آدمیوں کے اس کیے ہوئے عہد پر قائم رہتے ہوئے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ ان کے ساتھ بھی میں اسی طرح پیش آیا۔ جس طرح ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت عثمان کی شہادت ہوگئی تو میں نے خیال کیا کہ وہ دونوں خلیفہ جن کی خلافت پر رسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے "صلوۃ" کے ساتھ عہد لیا تھا گزر گئے اور جن کے لئے مجھ سے اطاعت کا وعدہ لیا تھا وہ بھی چل بسے لہٰذا میں نے بیعت لینا شروع کر دیا چنانچہ اہلِ حرمین شریف اور اہلِ بصرہ و کوفہ نے مجھ سے بیعت کر لی ہے اب اس معاملہ خلافت میں ایک شخص میرا مقابل بن گیا ہے جو نہ تو قرابت میں میرے مثل ہے، نہ علم و فضل میں، نہ سبقتِ اسلام وغیرہ میں۔ بلاشبہ ہر حالت میں میں اس سے زیادہ مستحق خلافت ہوں! (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۸)

حضرت جعفر بن محمّد رضی اللّٰہ عنہما اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللّٰہ عنہٗ سے دریافت کیا کہ آپؓ اکثر خطبے میں فرماتے رہتے ہیں الٰہی ہم کو بھی ایسی ہی صلاحیتیں عطا فرما جیسی تو نے اپنے خلفاء راشدین و مہدیّین کو عطا فرمائی تھیں، وہ خلفاء راشدین کون ہیں؟ آپؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

فَقَالَ هُمْ حَبِيْبَایَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰى وَشَيْخَا الْاِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَيْشٍ وَالْمُقْتَدٰى بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مَنْ

اور فرمایا وہ میرے حبیب ابوبکر و عمر تھے وہ دونوں ہدایت کے امام اور شیخ الاسلام تھے اور رسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے بعد قریش کے مقتدیٰ تھے

اقْتَدٰى بِهِمَا عَصَمَ وَمَنِ اتَّبَعَ آثَارَهُمَا هُدَى الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَمَنْ تَمَسَّكَ بِهَا فَهُوَ مِنْ حِزْبِ اللّٰهِ

(تاریخ الخلفا صفحہ ۶۹)

جس شخص نے ان دونوں کی اقتدار کی اس نے نجات پائی اور جس نے اس راہ میں ثابت قدمی اختیار کی وہ اللہ کی جماعت میں ہو گیا۔

امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے اِن فیصلہ کن ارشادات کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہر وہ شخص جو حبّ علی کا دعوے دار ہے اسے فرمانِ علی کو دل وجان سے تسلیم کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ ہم اہلِ سُنّت وجماعت حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق کی الف سے حضرت سیدنا علی کی ی تک تمام صحابہ کرام کو مانتے ہیں اور ان کو صداقت وعدالت اور دیانت وامانت کا پیکر تسلیم کرتے ہیں۔ ان سب کو اللہ تعالےٰ نے اپنی بخشش ورحمت اور رضا کا مژدہ سنایا اور ان سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ بلکہ بھلائی اور محبّت کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کو بھی اپنی رضا کی نوید عطا فرمائی ہے۔ اسی لیے بفضلہ تعالےٰ ہم صحابۂ کرام اور اہلِ بیت نبوت کی محبّت کو عین ایمان اور ان کی اتباع کو موجب رضائے رحمٰن جانتے ہیں۔

حضرت علی مرتضٰے مولائے مشکل کشا صاحب ذوالفقار حیدر کرار رضی اللہ عنہٗ کے فضائل وکمالات اِس قدر زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں ان تمام کی گنجائش نہیں آپ آٹھ برس اور بقول بعض دس برس کی عمر میں اسلام لا کر ان لوگوں میں شمار ہوئے جو سب سے پہلے اسلام لائے اور آپؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کے لئے جنت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ سیّدۃ نساء العالمین خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والدِ ماجد ہیں۔

سادات کرام اور اولاد رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپؓ سے جاری فرمایا۔ سلسلۂ ولایت وخلافت کے معدن ومخزن بھی آپؓ ہی ہیں، کروڑوں اولیاء، غوث، قطب، ابدال، آپؓ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہیں، عرب وعجم، بحر وبر میں آپ کے فضل وکمال اور آپ کی شجاعت وبہادری کا شہرہ عام ہے آج بھی

آپ کے نام نامی و اسمِ گرامی کی ہیبت اور دبدبے سے بڑے بڑے بہادرانِ جہاں کانپ جاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کیوں کہ آپ شیرِ خدا ہیں ؎

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوّتِ پروردگار
لافتیٰ اِلاّ علی لاسیفَ اِلاّ ذوالفقار

شہادت

جنگِ نہروان میں جب سیکڑوں خارجی امیرالمؤمنین حضرت علی اور آپؓ کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوئے تو اُن کے اندر آپؓ کے خلاف سخت نفرت اور بغض وعناد پیدا ہو گیا تھا اور ان کے وہ افراد جو اس جنگ میں اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے تھے ان کو اپنے ساتھیوں اور عزیزوں کے قتل ہونے کا بے حد رنج اور افسوس تھا۔ وہ ان کو یاد کر کے دھاڑیں مار مار کے روتے تھے چنانچہ ان میں سے بعض آدمی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ علی، معاویہ اور عمرو بن عاص ان تینوں کی وجہ سے مسلمانوں میں لڑائیاں جھگڑے ہیں لہٰذا ان تینوں کو قتل کر کے لوگوں کو ان کے ظلم سے نجات دلائی جائے (معاذ اللہ) چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی اور برک بن عبداللہ تمیمی وعمرو بن بکیر التمیمی نے بالترتیب حضرت علی حضرت معاویہ، حضرت عمرو کے قتل کرنے کا ذمہ لیا اور یہ عہد کیا کہ ایک ہی رات میں ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ سترہ رمضان کی تاریخ اپنے ناپاک مقصد کے پورا کرنے کے لیے طے کر کے یہ تینوں نکلے چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے قتل کا ذمہ لیا تھا، کوفے میں آیا اور ایک ہزار درہم میں ایک تلوار خریدی اور اس کو زہر کا بجھاؤ دیا اور آپؓ کی خدمتِ اقدس میں آنے جانے لگا۔ آپؓ جب اس کو دیکھتے تو فرماتے۔

اُرِيْدُ حَيَاتَهٗ وَيُرِيْدُ قَتْلِيْ ‏ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرا قتل چاہتا ہے۔

چنانچہ عبدالعزیز العبدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ابن ملجم شقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک سواری طلب کی۔ آپؓ نے سواری دے کر یہ شعر پڑھا اُرِيْدُ

حَیَاتَهٗ وَیُرِیْدُ قَتْلِیْ میں تو اس کی حیات چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر فرمایا:

اِنَّ هٰذَا قَاتِلِیْ — بے شک یہی میرا قاتل ہے۔

کسی نے عرض کیا فَمَا یَمْنَعُكَ مِنْهُ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَقْتُلْنِیْ بَعْدُ پھر آپؓ کو اس کے قتل سے کون سی چیز مانع ہے؟ فرمایا یہ کہ پھر وہ مجھ کو قتل نہیں کر سکے گا۔

(الاستیعاب صفحہ ۴۸۳، شمس التواریخ صفحہ ۱۲۷۴)

حضرت عبد اللہ بن سبعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس اُمت کا بدبخت کیا انتظار کر رہا ہے قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا، اور آدمی کو پیدا کیا ہے۔ مجھے ابو القاسم حضرت مُحمّد رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نے بتایا ہے کہ یہ داڑھی (آپؓ نے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس کے تلوار مارنے سے رنگین ہوگی! لوگوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین ہمیں بتایئے کہ وہ کون ہے؟ فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میرے بعد میرے قاتل کے سوا کسی اور کو نہ مارنا! (الریاض النضرہ صفحہ ۳۳۲، البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۱۹، شمس التواریخ صفحہ ۱۲۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت علیؓ سے فرمایا یہ تمہاری داڑھی جب خون سے رنگین ہو جائے گی تو تم کیسے صبر کرو گے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ جب ہونے والی بات میرے لئے ثابت ہو چکی ہے تو صبر کا مقام نہیں بلکہ وہ تو خوشی اور بزرگی کا مقام ہے۔

چنانچہ ایک روز ابن ملجم آپؓ کی خدمت میں آرہا تھا کہ راستے میں اس کی نظر ایک خارجی عورت "قطامہ" نامی پر پڑی جو کہ بڑی خوبصورت اور جوان تھی تو وہ اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ ابن ملجم نے اس سے اپنے نکاح کی درخواست کی۔ اس نے کہا جانتے ہو میرا مہر کیا ہے؟ ابن ملجم نے پوچھا تو قطامہ نے کہا تین ہزار دینار، اور علی کا قتل! (وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے خون کی اس وجہ سے پیاسی تھی کہ آپؓ نے نہروان کی لڑائی میں اس کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا) ابن ملجم نے کہا خدا کی قسم تو نے ایسی چیز طلب کی ہے جس کے

لئے میں اس شہر میں آیا ہوں، کہنے لگی اگر تو علی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو سمجھ لے کہ نجات پا گیا اور تجھے وہ چیز حاصل ہو جائے گی جو تو چاہتا ہے اور پھر عیش کی زندگی ہو گی، اور تجھے مہر میں بھی رعایت ہو جائے گی۔ ابن ملجم اور اس عورت کے درمیان اس شرط اور مہر پر نکاح کا عہد ہو گیا۔ چنانچہ فرزدق نے کہا ہے ؎

وَلَمْ اَرَ مَهْرًا سَاقَهٗ ذُوْ سَمَاحَةٍ
كَمَهْرِ قَطَامٍ بَيْنَ عُرْبٍ وَّمُعْجَمٍ
ثَلٰثَةُ اٰلَافٍ وَّعَبْدٌ وَّقَيْنَةٌ
وَضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ
فَلَا مَهْرَ اَغْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَّاِنْ غَلَا
وَلَا قَتْلَ اِلَّا دُوْنَ قَتْلِ ابْنِ مُلْجَمٍ

ایسا مہر کسی جوان مرد نے نہ دیکھا ہو گا جیسا کہ قطامہ کا مجمل مہر تھا۔ یعنی ۳ ہزار درہم اور ایک غلام کا حضرت علی کو شمشیر براں سے قتل کرنا۔ حضرت علی کے قتل سے بڑھ کر گراں قدر مہر کوئی نہیں ہو سکتا، اور نہ ابن ملجم کے اس قتل سے بڑھ کر کوئی قتل ہو سکتا ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۶۸/۳ صفحہ ۱۶۹/۳، طبری صفحہ ۸۷/۶)

جس رمضان میں آپؓ شہید ہوئے اس رمضان میں آپؓ کا دستور یہ تھا کہ ایک شب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک شب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک شب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس گزارتے اور افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے فرماتے مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملوں کہ میرا پیٹ خالی ہو۔

وَاِنَّمَا هِيَ لَيْلَةٌ اَوْ لَيْلَتَانِ اور اب تو ایک دو رات کا معاملہ رہ گیا ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۲۸/۳، کنز العمال صفحہ ۴۱۱/۶)

جس رات آپؓ شہید ہوئے اس رات آپ بار بار مکان سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر کر کے فرماتے واللہ یہ تو وہی وعدے کی رات ہے جب سحری کے

وقت بیدار ہوتے تو اپنے فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آج رات میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم میں نے آپ کی اُمت سے آرام نہیں پایا' فرمایا اِن پر دعا کرو! تو میں نے یوں کہا:

اَللّٰھُمَّ اَبْدِلْنِیْ بِھِمْ خَیْرًا مِّنْھُمْ وَاَبْدِلْھُمْ بِیْ مَنْ ھُوَ شَرٌّ مِّنِّیْ

اے اللہ مجھے انکے بدلہ میں ان سے بہتر عطا فرما اور انہیں میرے بدلہ میں مجھ سے بُرا دے۔

آپؓ یہ فرما رہے تھے کہ موذن نے اذان کہہ دی، آپؓ گھر سے نکلے اور لوگوں کو نماز کے لئے آواز دیتے ہوئے چلے۔

(الریاض النضرۃ صفحہ ۳۲۸/۲ الاستیعاب صفحہ ۴۸۳/۳)، (ابن اثیر صفحہ ۱۲۸/۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۲/۸)

حضرت حسن بن کثیرؒ اپنے والد سے بیان فرماتے ہیں کہ جب نماز کے لئے گھر سے نکلنے لگے تو بطخیں آپؓ کے سامنے آکر زور زور سے چلّانے لگیں ہم ان کو ہٹانے لگے فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں اور آپؓ تشریف لے گئے۔ مسجد میں وہ بدبخت ملعون ابن ملجم چھپا ہُوا تھا۔ جب آپؓ اس کے قریب سے گزرے اور بقول بعض آپ مشغول بہ نماز ہُوتے تو اس شقی ازلی نے اس زور سے آپؓ کے تلوار ماری کہ آپ کا چہرہ مبارک کنپٹی تک کٹتا ہوا چلا گیا۔ آپؓ نے فرمایا۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اس بدبخت پر چاروں طرف سے لوگ دوڑے اور اس کو گرفتار کر لیا۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۳۲ ابن اثیر صفحہ ۱۲۸/۳، شمس التواریخ صفحہ ۱۲۸۰/۴)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دو آدمی سب سے زیادہ شقی و بدبخت ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور تیری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔

(المستدرک حاکم صفحہ ۱۴۱/۳، الریاض النضرہ صفحہ ۲۰۴/۲، الصواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲، کنز العمال صفحہ ۳۳۹/۶، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۱۸/۶)

آپؓ نے وصیت فرمائی کہ خبردار میری شہادت کی وجہ سے مسلمانوں میں کشت و خون نہ ہونے پائے، جان کا بدلہ جان ہے، اگر میں وفات پا جاؤں تو میرے قاتل کے سوا کسی اور کو نہ مارنا اور اُسے ایک ہی ضرب لگانا، ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا! کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ مثلہ کرنے سے بچو! اگر کاٹ کھانے والا کتا ہی کیوں نہ ہو اور اگر میں زندہ رہا تو مجھے اِس کے بخشنے اور بدلہ لینے میں اختیار ہو گا، پھر میں اپنی رائے کو دیکھوں گا۔ (الریاض النضرہ صفحہ ۲/۳۳۲، ابن اثیر صفحہ ۳/۱۶۹)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپؓ کی وفات شریف کا وقت قریب آ گیا تو آپؓ نے مجھے بُلا کر وصیت فرمائی۔

هٰذَا مَا أَوْصٰى بِهٖ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَخُوْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ عَمِّهٖ وَصَاحِبُهٗ أَوَّلُ وَصِيَّتِيْ أَنِّيْ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُهٗ وَخِيَرَتُهٗ اخْتَارَهٗ بِعِلْمِهٖ وَارْتَضَاهُ لِخَلْقِهٖ وَأَنَّ اللّٰهَ بَاعِثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ وَسَائِلُ النَّاسِ عَنْ أَعْمَالِهِمْ عَالِمٌ بِمَا فِي الصُّدُوْرِ ثُمَّ إِنِّيْ أُوْصِيْكَ يَا حَسَنُ وَكَفٰى بِكَ وَصِيًّا بِمَا أَوْصَانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ

یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور اُن کے ابنِ عم اور اُن کے صاحب نے کی ہے پہلی تو یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ ہیں، اس نے اپنے علم سے ان کو رسالت کے لئے چن لیا اور اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پسند کیا، اور جو لوگ قبروں میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کرے گا اور ان کے اعمال کی پرسش فرمائے گا اور جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے اُس کو وہ جانتا ہے۔ اس کے بعد اے حسن میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔ اور میری وصیت تجھ کو کافی ہے اور یہ وہی وصیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کی ہے پس جب کہ حالات ایسے ویسے ہوں تو گھر میں رہ، اپنے معاصی پر رویا کر، اے فرزند میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ نماز وقت پر ادا کر،

جب تو زکوٰۃ دے تو اس کے مستحق کو دے، جب کوئی امر مشتبہ ہو تو اس میں ساکت رہ خوشی اور غصّہ کی حالت میں میانہ روی اور عدل اختیار کر، ہمسایہ کے ساتھ نیکی کر، مہمان کی توقیر و تکریم کر، کمزوروں اور مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کر، صلہ رحمی بجا لا، مسکینوں سے محبّت کر، اور ان کے پاس بیٹھا کر، تواضع اختیار کر کہ یہ افضل عبادت ہے، موت کو یاد رکھ۔ زہد اختیار کر، اس لئے کہ تو موت سے چھوٹ نہیں سکتا۔ دُنیا بلاؤں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا مقام ہے۔ خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ ہر قول و فعل کو شریعت کے مطابق کر جب کوئی چیز امور آخرت میں سے تجھ کو پیش آئے تو اس میں جلدی کر اور جب کوئی چیز امور دنیا میں سے تجھ کو پیش آئے تو اس میں تامل و تحقیق کر۔ یہاں تک کہ اس میں تیرے لئے بھلائی ہو، ایسے مقامات کہ جہاں تہمت کا اندیشہ ہو اور ایسی صحبتوں جن میں برائی کا گمان ہو نہ جایا کر، اس واسطے کہ جو شخص خود بُرا ہے وہ اپنے ہم صحبت کو بھی بگاڑ دیتا ہے اے میرے فرزند تو اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خاص اور خالص کر، گنہ گار کو تنبیہ کر اور اچھی بات کا حکم کر اور بُری باتوں سے منع کر، بھائیوں سے خدا کی راہ میں دوستی کر اور صالح شخص کو بسبب اس کی نیکی کے دوست رکھ۔ فاسق سے کنارہ کر اور دل میں اس کو بُرا سمجھ اور اپنے اعمال میں اس سے علیحدہ رہ، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس کے مثل ہو جائے، بازاروں میں نہ بیٹھا کر، بیوقوفوں سے بحث و حجت نہ کر اور نہ ان کو دوست رکھ، اپنی معاش اور عبادت میں میانہ روی اختیار کر عبادات مسنونہ میں سے اسی کو اختیار کر جس کے ادا کرنے کی تجھے طاقت ہو اور پھر اس کو ہمیشہ قائم رکھ سکوت کو اپنے اوپر لازم کر تاکہ تجھے غنیمت حاصل ہو۔ ہر حال میں خدا کو یاد کر، تیرے عزیز و اقارب میں جو چھوٹے ہوں، ان پر شفقت کر اور جو بڑے ہوں ان کی عزّت کر، جب کھانا کھانے لگے تو پہلے اس میں سے صدقہ دے دیا کر، روزہ رکھنا اپنے اوپر لازم کر لے اس لئے کہ وہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور روزہ دار کی سپر ہے۔ اپنے نفس سے جہاد کر۔ ہم نشین سے ہوشیار رہ اور دشمن سے اجتناب کر۔ ایسی مجلسوں کو اختیار کر جن میں خدا کا ذکر ہوتا ہو، دُعا زیادہ کیا کر، اے فرزند میں نے تجھے نصیحت کرنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی، اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہوتی ہے، میں تجھے تیرے بھائی

محمدؒ بن حنیفہ کے بارے میں نیک سلوک کرنے کی وصیّت کرتا ہوں کہ وہ تیرے باپ کا بیٹا ہے، اور مجھے جس قدر اس سے محبّت ہے تو جانتا ہے، اور تیرا بھائی حسینؑ، وہ تیرا ہم بطن بھائی ہے تیری ماں اور تیرے باپ دونوں کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالےٰ میرے بعد تمہارا نگہبان ہے، مَیں اس سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے کاموں کی اصلاح کرے اور سرکشوں اور باغیوں کے شر سے تمہیں بچائے (آمین) بیٹا صبر کرنا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (نورالابصار صفحہ ۱۱۷)

حضرت صعصعہ بن صوحانؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت بدبخت ابن ملجم نے تلوار سے آپؓ کو سخت ضرب لگائی سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ نے ہمیں خطبہ دیا۔

فَقُلْنَا یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ اِسْتَخْلِفْ عَلَیْنَا فَقَالَ اَتْرُکُکُمْ کَمَا تَرَکَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَخْلِفْ عَلَیْنَا فَقَالَ اَنْ یَّعْلَمَ اللّٰہُ خَیْرًا یُّوَلِّ عَلَیْکُمْ خِیَارَکُمْ قَالَ عَلِیٌّ فَعَلِمَ اللّٰہُ فِیْنَا خَیْرًا فَوَلّٰی عَلَیْنَا اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

تو ہم نے عرض کیا یا امیرالمؤمنین ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجیئے۔ فرمایا مَیں تمہیں اسی طرح چھوڑتا ہوں جس طرح ہمیں رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے چھوڑا تھا کیونکہ ہم نے بھی عرض کیا تھا کہ یا رسُول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجیئے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ بیشک اللہ جانتا ہے کہ تم مَیں کون بہتر ہے اور وہ تمہارے بہتر ہی کو تم پر مقرر فرمائے گا۔ حضرت علی نے فرمایا پس اللہ نے ہم میں بہتر حضرت ابوبکرؓ کو جانا اور ان کو ہم پر مقرر فرما دیا۔ (المستدرک حاکم صفحہ ۱۴۵، کنزالعمال صفحہ ۴۱۱/۶)

حضرت عمرو بن ذی مر فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت علیؓ کی خدمت میں آخری وقت حاضر ہُوا، آپ اپنے سر کو پٹکا باندھے ہُوئے وصیّت فرما رہے تھے۔ جب وصیّت سے فارغ ہُوئے تو فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اِنِّیْ مُفَارِقُکُمْ فَبَکَتْ اُمُّ کَلْثُوْمٍ مِّنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ فَقَالَ

سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اب مَیں تم سے جدا ہوتا ہوں تو پردہ سے حضرت اُمّ کلثوم کے رونے کی آواز آئی۔

لَهَا اُسْكُتِيْ فَلَوْ تَرَيْنَ مَا اَرٰى لَمَا بَكَيْتِ قَالَ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَاذَا تَرٰى ؟ قَالَ هٰذَا الْمَلٰئِكَةُ وَفُوْدٌ وَّ النَّبِيُّوْنَ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا عَلِيُّ اَبْشِرْ فَمَا تُصِيْرُ اِلَيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا اَنْتَ فِيْهِ

(شمس التواریخ صفحہ ۱۲۸/۲)

فرمایا بیٹی چپ رہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھتیں تو ہرگز نہ روتیں، راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین آپ کیا دیکھ رہے ہیں فرمایا یہ فرشتوں کی جماعت اور انبیائے کرام اور یہ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تشریف لاتے ہیں اور فرما رہے ہیں اے علی! تمہیں بشارت ہو کہ تم اس حالت سے بہترین حالت کی طرف لوٹنے والے ہو!

حضرت عبدالرحمٰن بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔

ثُمَّ لَمْ تَتَكَلَّمْ اِلَّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

پھر آپؓ نے کوئی کلام نہ فرمایا سوائے کلمۂ توحید کے کہ اللہ تعالےٰ نے آپؓ کی روح کو قبض کر لیا۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَرَضَاهُ عَنْهُ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

حضرات حسنین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپؓ کو غسل دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور کوفہ کے دارالامارت میں رات کے وقت آپؓ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ کی عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ آپؓ کے کفن دفن سے فارغ ہو کر لوگوں نے ابنِ ملجم کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹے اور ایک ٹوکری میں ڈال کر آگ لگا دی اور وہ فنا فی النار ہو گیا (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۳۲)

حضرت ابن ابی حمزہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے خطبہ دیا اور فرمایا۔

يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ لَقَدْ كَانَ فِيْكُمْ رَجُلٌ بِالْاَمْسِ قُتِلَ اللَّيْلَةَ وَاُصِيْبَ الْيَوْمَ لَمْ يَسْبِقْهُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ

اے اہل عراق کل تم میں ایک ایسا مردِ کامل تھا جس کو رات میں شہید کر دیا گیا اور آج وہ خدا کے پاس پہنچ گیا علم کے ساتھ جس سے پہلے

الْاٰخِرُوْنَ بِعِلْمٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَهٗ فِيْ سَرِيَّةٍ كَانَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ حَتّٰى يُفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

لوگوں نے سبقت نہیں کی اور پچھلے اس کو پہنچ نہیں سکتے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فوج کا سردار بنا کر بھیجا کرتے تو جبریلؑ ان کے داہنی طرف اور میکائیل ان کے بائیں طرف ہوتے تھے جب تک خدائے تعالیٰ ان کو فتح نہیں دیتا تھا۔ وہ واپس نہیں ہوتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ ۴۱۲/۶، طبقات ابن سعد صفحہ ۱۳۸/۳، حلیۃ الاولیاء ۶۵/۱)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک آہ بھری اور فرمایا:

تَصْنَعُ الْعَرَبُ مَا تَشَاءُ فَلَيْسَ لَهَا اَحَدٌ يَّنْهٰى (استیعاب صفحہ ۴۸۲/۲، الریاض النضرہ صفحہ ۲۳۰/۲)

اب عرب جو چاہے سو کرے اب اس کا کوئی خصم نہیں رہا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سُنا تو فرمایا:

ذَهَبَ الْفِقْهُ وَالْحِكْمَةُ بِمَوْتِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ (استیعاب صفحہ ۴۷/۲)

حضرت علی کی موت سے فقہ اور حکمت جاتی رہی۔

آپؓ کی وفات حسرت آیات پر ابو الاسود الدؤلی نے یہ شعر کہے ؎

اَلَا يَا وَيْحَكَ السَّعْدِيْنَا
اَلَا تَبْكِيْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَا

اے آنکھ تجھ پر افسوس ہے کہ تو میری موافقت کرتے ہُوئے امیر المومنین حضرت علیؓ پر کیوں نہیں روتی؟

وَتَبْكِيْ اُمُّ كَلْثُوْمٍ عَلَيْهِ
بِعَبْرَتِهَا وَقَدْ رَاَتِ الْيَقِيْنَا

ان پر اُمّ کلثوم رو رہی ہیں اور آنسو بہا رہی ہیں اور بے شک انہوں نے یقین جان لیا ہے۔

اَلَا قُلْ لِلْخَوَارِجِ حَيْثُ كَانُوْا
فَلَا قَرَّتْ عُيُوْنُ الْحَاسِدِيْنَا

خوارج جہاں کہیں ہوں ان سے کہہ دو کہ ہمارے حاسدوں کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی۔

اَفِيْ شَهْرِ الصِّيَامِ فَجَعْتُمُوْنَا
بِخَيْرِ النَّاسِ طُرًّا اَجْمَعِيْنَا

کیا رمضان کے مبارک ماہ میں ہی ہم کو ناقابلِ برداشت غم دینا تھا ایسے بہترین شخص سے جُدا کر کے۔

وَكُلُّ مَنَاقِبِ الْخَيْرَاتِ فِيْهِ
وَحُبُّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَا

اور تم نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس میں خوبیاں ہی خوبیاں تھیں اور جس سے اللہ ربّ العالمین کے پیارے رسُول محبّت رکھتے ہیں۔

اِذَا اسْتَقْبَلْتَ وَجْهَ اَبِيْ حُسَيْنٍ
رَاَيْتَ الْبَدْرَ رَاعَ النَّاظِرِيْنَا

اگر ابوالحسین حضرت علیؓ کا چہرہ تیرے سامنے آجاتا تو تُو دیکھتا کہ وہ چودھویں کا چاند ہے۔

وَكُنَّا قَبْلَ مَقْتَلِهٖ بِخَيْرٍ
نَرٰى مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْنَا

ہم اُن کی شہادت سے پہلے خیر و برکت کے ساتھ تھے، کیونکہ ہم اپنے اندر رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دوست دیکھتے تھے۔

يُقِيْمُ الْحَقَّ وَلَا يَرْتَابُ فِيْهِ
وَيَعْدِلُ فِي الْعِدَا وَالْاَقْرَبِيْنَا

وہ حق قائم کرتے تھے جس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کیا جاتا تھا اور وہ دوست

دشمن کے ساتھ برابر عدل کرتے تھے۔

کَانَ النَّاسُ اِذْ فَقَدُوْا عَلِیًّا
نَعَامٌ حَارَ فِیْ بَلَدٍ سِنِیْنَا

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو کھو کر لوگ ایسے ہو گئے ہیں جیسے شتر مرغ قحط سالی میں مارا مارا پریشان پھرتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷)

مولائے کائنات سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی شہادت سے تمام اہلِ اسلام کو سخت صدمہ ہُوا، اور کیوں نہ ہوتا وہ رسُولِ اللہ کے پیارے بھائی اور صحابی تھے۔ دخترِ رسُول سیّدہ بتول کے شوہر تھے اور اسلام اور مُسلمانوں کے محُسن اور چوتھے امیر تھے۔ ان کی خلافت، خلافتِ راشدہ اور خلافت علیٰ منہاجِ النبوّت تھی جس کی مدّت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس برس بیان فرمائی اور وہ تیس برس سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر مکمل ہُوئے لے اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے ان کی خدمات بیش بہا اور بے شمار ہیں جن سے رہتی دُنیا تک لوگ فیض یاب ہوں گے۔

تاریخِ اسلام کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص خلفائے اربعہ کے حالات پڑھ کر بخوبی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ ان چاروں یارانِ نبی نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں قرآن و سُنّت کی بقا اور فروغ کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، انھیں کی بدولت گلشنِ اسلام سرسبز و شاداب اور پُربہار ہے ؎

خوشبو سے ہے بسی ہوئی اسلام کی فضا — کیسے مہک رہے ہیں خلافت کے چار پھُول
اللہ نے دیئے ہیں محمدؐ سے پاتے ہیں — ہادی ہمارے ہیں یہ ہدایت کے چار پھُول
دربارِ چار یار میں جاتا ہوں شاد شاد — دامن میں لے کے حسنِ عقیدت کے چار پھُول

لے سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہما نے جو اقتدار چھوڑ کر ایک عظیم مثال قائم کی اس کی ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تیس سالہ مدت پوری ہو چکی تھی۔

پہچانی عظمت ان سے خدا اور رسول کی ہیں یہ ہمارے واسطے رحمت کے چار پھول

جب باغ باں نبی ہوں، صحابہ ہوں حسنِ باغ
اسلام کی بہار، خلافت کے چار پھول

رضی اللہ تعالےٰ عنھم و رضوا عنہ

قبرِ انور کہاں ہے

اِس بارے میں چند اقوال ہیں، حضرت شریک کہتے ہیں کہ آپؓ کے فرزندِ ارجمند امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپؓ کے جسدِ اطہر کو دارالامارۃ کوفہ سے منتقل کر کے مدینہ پہنچا دیا اور حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا کی قبر کے متصل دفن کیا۔ (مسعودی)

چنانچہ محمدؒ بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلی شخصیت جن کو ایک قبر سے ــــ دوسری قبر میں منتقل کیا گیا، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

(تاریخ الخلفاء) شمس التواریخ صفحہ ۱۲۹۰/۴

حضرت سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ جب آپؓ شہید ہوئے تو آپؓ کے جسدِ انور کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف چلے تاکہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کریں ایک جگہ رات گزارنے کے لئے ٹھہرے تو وہ اُونٹ کہیں بھاگ گیا اور اس کا کوئی پتہ نہ چلا اور بعض کہتے ہیں کہ تلاش کرنے پر وہ طے کے کسی شہر میں مل گیا تھا۔ اِس لئے آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا (ابنِ عساکر، ابونعیم)

ابنِ سعد طبقات میں فرماتے ہیں کہ آپؓ کوفہ کی جامع مسجد میں مدفون ہیں۔ ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آپؓ نجف میں مدفون ہیں۔ جہاں مرقدِ علی آج بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حافظ ابوعبداللہ نے اپنے اُستاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو وصیّت فرمائی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ کو ایک تخت پر رکھ کر نجف اشرف لے جانا، وہاں تم دونوں ایک سفید پتھر دیکھو گے،

جس میں نور چمکتا ہوگا، پھر اس مقام پر زمین کھودنا۔ زمین کھودتے ہوئے تم ایک تختہ پاؤ گے وہ میری قبر ہے۔ لہٰذا مجھے وہیں دفن کر دینا (حاکم۔ شمس التواریخ صفحہ ۱۲۹۰/۳)

علامہ دمیری حیوٰۃ الحیوان میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید شکار کھیلنے کے لئے نکلا، اُس نے اپنے چیتوں کو شکار پر چھوڑا۔ شکار دوڑ کر ایک قبر کے پاس جا کر ٹھہر گیا، چیتے بھی قبر سے دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ ہارون رشید اس بات سے سخت حیران ہوا کہ اتنے میں ایک شخص آ گیا۔ جس کو حالات معلوم تھے۔ اس نے کہا امیر المؤمنین! یہ قبر انور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے۔ ہارون رشید نے کہا۔ تجھے کیونکر معلوم ہوا ہے اُس نے کہا میرا باپ حضرت امام جعفر صادق رضؓ کے ساتھ اس قبر کی زیارت کے لئے آیا کرتا تھا اور وُہ اپنے والد ماجد حضرت امام محمدؐ باقر رضؓ کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے، اور امام محمدؐ باقر اپنے والدِ ماجد حضرت امام زین العابدین رضؓ کے ساتھ اس قبرِ انور کی زیارت کو آتے تھے اور امام زین العابدین رضؓ کو اس کا پورا علم حاصل تھا۔ ہارون رشید نے حکم دے کر وہاں ایک پتھر کا کتبہ لگوا دیا۔ یہ پہلی تعمیر تھی جو نجف اشرف میں آپؓ کی قبر انور پر بنائی گئی، اس کے بعد سلاطین سامانیہ کے عہد دولت میں وہاں بہت سی عمارتیں بنائی گئیں۔

امام جعفر صادق رضؓ اپنے والدِ ماجد امام محمدؐ باقر رضؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ کے مدفن کو پوشیدہ کر دیا گیا ہے (تاکہ خارجی لوگ بے حرمتی نہ کریں۔)

(الریاض النضرہ صفحہ ۲۳۰/۳) واللہ تعالےٰ اعلم

ساقیِ کوثر امام و رہنما ابنِ عمِ مصطفےٰ شیرِ خدا
مرتضیٰ و مجتبیٰ جفتِ بتول خواجۂ معصوم دامادِ رسول
(عطار)

اہلِ محبت کے اشتیاق کے لیے یہ عرض بھی ضروری ہے کہ کوفہ شہر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مبارک گھر آج بھی اپنی اصل میں موجود ہے اور وہ کمرہ جس میں آپ کی وفات شریف ہوئی، زیارت کے قابل ہے اس گھر میں ابھی تک پانی کا وہ کنواں بھی ہے جو اہلِ بیتِ رسول کے استعمال میں رہا، اہلِ محبت آج بھی اس پانی کو بطور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ اباجان قبلہ اور اس گنہ گار کو زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کوکبِ نورانی را احمد شفیع

ارشاداتِ مبارکہ

آخر میں امیر المومنین، امام المتقین، سیّد السادات مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چند ارشاداتِ عالیہ ہدیۂ قارئین ہیں یہ ارشادات بلاشبہ دریائے علم و عرفان کے بے نظیر موتی اور آسمان رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے تارے ہیں جن کی روشنی میں چلتے ہوئے انسان کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور اپنے اخلاق پاکیزہ ترین بنا سکتا ہے۔

(۱) اَلْعِلْمُ وِرَاثَۃٌ کَرِیْمَۃٌ وَالْاٰدَابُ حُلَلٌ مُّجَدَّدَۃٌ وَّالْفِکْرُ مِرْاٰۃٌ صَافِیَۃٌ — علم ایک ایسی وراثت ہے جو بہت ہی بزرگ ہے، آداب و اخلاق تازہ بہ تازہ زیور ہیں اور غور و فکر ایک صاف و شفاف آئینہ ہے۔

(۲) اَلْفَقْرُ یُخْرِسُ الْفَطِنَ مِنْ حُجَّتِہٖ۔ — احتیاج عقل مند آدمی کو دلیل و حجت بیان کرنے سے گونگا بنا دیتی ہے۔

۳ اَلصَّبْرُ شُجَاعَۃٌ وَّالزُّھْدُ ثَرْوَۃٌ وَّالْوَرَعُ جُنَّۃٌ — صبر شجاعت ہے، زہد ثروت ہے، اور پرہیزگاری سپر ہے۔

۴ اَلْبَشَاشَۃُ حِبَالَۃُ الْمَوَدَّۃِ — بشاشت اور خوش رُو رہنا دوستی و محبّت کا جال ہے۔

۵ اَلصَّدَقَۃُ دَوَاءٌ مُّنْجِحٌ — صدقہ دینا ایک کامیاب دوا ہے۔

۶ اِلیٰ قَدَرْتَ عَلیٰ عَدُوِّکَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَعَۃَ شُکْرًا لِّلْقُدْرَتِ — جس وقت تو دشمن سے انتقام لینے پر قادر ہو جائے تو اس کو اسی شکریہ میں

عَلَيْهِ ۔

میں مُعاف کر دے کہ تجھے اس پر قدرت حاصل ہو گئی ۔

٧ اِذَا وَصَلَتْ اِلَيْكُمْ اَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوْا اَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ

جب تمہیں نعمتوں کے گوشے مل جائیں تو ناشکرے بن کر نعمتوں کی انتہا کو دور نہ کرو

٨ اَلْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ فَانْتَهِزُوْا فُرَصَ الْخَيْرِ ۔

فرصت کا زمانہ بادلوں کی طرح گزر جاتا ہے لہذا فرصت میں عمل خیر کی طرف سبقت کرو ۔

٩ مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِغَاثَةُ الْمَلْهُوْفِ وَالتَّنْفِيْسُ عَنِ الْمَكْرُوْبِ ۔

بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ درماندہ و غمگین لوگوں کی فریاد رسی کی جائے اور مصیبت زدہ لوگوں کو مسرور اور خوش کیا جائے ۔

١٠ اَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى

شریف ترین بے نیازی یہ ہے کہ اپنی آرزوں کو ترک کر دیا جائے ۔

١١ مَنْ اَطَالَ الْعَمَلَ اَسَاءَ الْعَمَلَ ۔

جس نے آرزوں کو طویل کیا اس نے عمل کو خراب کیا ۔

١٢ سَيِّئَةٌ تَسُوْءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ

وہ برائی جو تجھے نادم و پشیمان کر دے اللہ تعالٰے کے نزدیک اس نیکی سے بہتر ہے جو تجھے کبر و غرور میں مبتلا کر دے ۔

١٣ اِحْذَرُوْا صَوْلَةَ الْكَرِيْمِ اِذَا جَاعَ وَاللَّئِيْمِ اِذَا شَبِعَ

کریم کی سطوت سے ڈرو جب کہ وہ بھوکا ہو اور بخیل و لئیم کے حملے سے ڈرو جب کہ وہ شکم سیر ہو ۔

١٤ اَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوْبَةِ

لوگوں میں افضل وہ معاف کرنے والا ہے جو انتقام لینے پر سب سے زیادہ

قادر ہے۔

(۱۵) اَلسَّخَاءُ مَا کَانَ ابْتِدَاءً فَاَمَّا مَا کَانَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَحَیَاءٌ وَّ تَذَمُّمٌ

سخاوت یہ ہے کہ سائل کے سوال سے پہلے دیا جائے وہ عطا جو سوال کرنے پر ہو وہ سخاوت نہیں بلکہ وہ حیا اور لوگوں کی ملامت کے ڈر سے ہے۔

(۱۶) لَاغِنٰی کَالْعَقْلِ وَلَا فَقْرَ کَالْجَهْلِ وَلَا مِیْرَاثَ کَالْاَدَبِ وَلَا ظَهِیْرَ کَالْمُشَاوَرَةِ

کوئی بے نیازی عقل کے برابر اور کوئی احتیاج جہالت کے برابر اور کوئی میراث ادب کے برابر اور کوئی مددگار باہم مشورہ کے برابر نہیں۔

(۱۷) اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ صَبْرٌ عَلٰی مَا تَکْرَهُ وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ

صبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو چیز طبیعت کو ناگوار ہو اس پر صبر کرے دوسری یہ کہ جو چیز محبوب ہو اس کے حاصل نہ ہونے پر صبر کرے۔

(۱۸) اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا یَنْفَدُ

قناعت وہ مال ہے جو نیست ہونے والا نہیں۔

(۱۹) اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ

مال تمام خواہشات کی بنیاد ہے۔

(۲۰) اَلْمَرْءَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللَّبْسَةِ

عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کا کاٹنا نہایت شیریں ہے۔

(۲۱) فَقْدُ الْاَحِبَّةِ غُرْبَةٌ

دوستوں کا مفقود ہو جانا غربت ہے

(۲۲) اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْکَلَامُ

جب عقل کامل ہو جاتی ہے کلام کم ہو جاتا ہے۔

(۲۳) لَا تَرَی الْجَاهِلَ اِلَّا مُفْرِطًا اَوْ مُفَرِّطًا۔

جاہل کو نہیں دیکھو گے مگر یا تو افراط میں یا تفریط میں۔

(۲۴) لَا تَسْتَحْیِ مِنْ اِعْطَاءِ الْقَلِیْلِ

تھوڑی بخشش کرنے سے شرم نہ کر کیونکہ

فَاِنَّ الْحِرْمَانَ اَقَلُّ مِنْهُ

سائل کو بالکل محروم کر دینا تو اس سے بھی کم ہے

(۲۵) وَلَا یَسْتَحِیَنَّ اَحَدٌ اِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا یَعْلَمُ اَنْ یَّقُوْلَ لَا اَعْلَمُ وَلَا یَسْتَحِیَنَّ اَحَدٌ اِذَا لَمْ یَعْلَمِ الشَّیْئَ اَنْ یَّتَعَلَّمَهٗ

اگر کسی سے ایسی چیز کا سوال کیا جائے جسے وہ نہ جانتا ہو تو وہ اپنی لاعلمی کے اعتراف واقرار میں ہرگز شرم نہ کرے (یعنی صاف کہہ دے کہ میں نہیں جانتا) اور جو شخص جس چیز کو نہیں جانتا وہ اُس کے حاصل کرنے میں بھی ہرگز شرم نہ کرے۔

(۲۶) لَیْسَ الْخَیْرُ اَنْ یَّکْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ وَلٰكِنَّ الْخَیْرَ اَنْ یَّكْثُرَ عِلْمُكَ وَیَعْظُمَ حِلْمُكَ وَاَنْ تُبَاهِیَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ۔

نیکی و بھلائی یہی نہیں ہے کہ تیرا مال و اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ نیکی و بھلائی یہ ہے کہ تیرا علم و حلم زیادہ ہو جائے اور تو اپنے ربّ کی عبادت کے ساتھ لوگوں میں قابلِ فخر ہے۔

(۲۷) اِنَّ وَلِیَّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَاِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهٗ وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَصَی اللّٰہَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهٗ۔

بلاشبہ حضرت محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا دوست وہی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے اگرچہ بہ لحاظ جسمانی رشتہ کے دور ہو، اور بلاشبہ حضرت محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا دشمن وہی ہے۔ جو اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اگرچہ بہ لحاظ رشتہ داری بہت ہی قریب ہو۔

۲۸ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُقَرَّبُ فِیْهِ اِلَّا الْمَاحِلُ وَلَا یُظَرَّفُ فِیْهِ اِلَّا الْفَاجِرُ وَلَا یُضَعَّفُ فِیْهِ اِلَّا الْمُنْصِفُ یَعُدُّوْنَ الصَّدَقَةَ فِیْهِ غُرْمًا وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا وَالْعِبَادَةَ اِسْتِطَالَةً عَلَی النَّاسِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ یَكُوْنُ السُّلْطَانُ

ایک زمانہ لوگوں پر آئے گا جس میں بُرے لوگ بادشاہوں کے مقرب ہوں گے۔ فاسق و فاجر لوگ دانا و خوبصورت سمجھے جائیں گے منصف و عادل کو کمزور و ضعیف کر دیا جائے گا۔ صدقہ دینا تاوان سمجھیں گے صلہ رحم کر کے احسان جتائیں

بِمَشُوْرَةِ النِّسَاءِ وَاِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَ تَدْبِيْرِ الْخِصْيَانِ۔

گے۔ بادشاہ عورتوں کے مشورے پر چلے گا امارت وحکمت لڑکوں کی اور تدبیر ہیجڑوں کی سی ہوگی۔

(۲۹) اِنَّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ وَسَبِيْلَانِ مُخْتَلِفَانِ فَمَنْ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا اَبْغَضَ الْاٰخِرَةَ وَعَادَاهَا وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَّاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْاٰخَرِ۔

دنیا وآخرت دشمن اور متفاوت ہیں دونوں کے راستے مختلف ہیں تو جس نے دنیا کو بہت زیادہ محبوب رکھا اور اسی سے دوستی کی اس نے آخرت کو دشمن بنایا اور اس سے عداوت کی اور یہ دونوں (دنیا و آخرت) مشرق و مغرب کی مانند ہیں اور چلنے والا ان کے درمیان ہے، اب جس قدر ایک طرف سے قریب ہوگا، اسی قدر دوسری طرف سے دور ہوتا چلا جائے گا۔

(۳۱) اِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ لَكُمْ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَنَهَاكُمْ عَنْ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ اَشْيَاءَ وَلَمْ يَدَعْهَا نِسْيَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوْهَا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر فرائض کو لازم کیا ہے تو انہیں ضائع نہ کرو، اور تمہارے لئے حدود مقرر کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جن اشیاء سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہو اور جن اشیاء سے خاموشی اختیار فرمائی ہے ان کو نسیان کی وجہ سے نہیں چھوڑا (بلکہ وہ اشیاء مباح ہیں، کرو یا نہ کرو ہاں) ان کے بارے میں تکلیف نہ اٹھاؤ۔

لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْاِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِيَ اَعْجَبُ مَا فِيْهِ وَذٰلِكَ الْقَلْبُ وَلَهٗ مَوَادُّ مِّنَ الْحِكْمَةِ وَاَضْدَادٌ مِّنْ خِلَافِهَا فَاِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ

اس انسان کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جو عجیب و غریب ہے اور وہ دل ہے اور اس کے لئے حکمت کا مواد ہے اور بعض دل حکمت سے خالی ہوتے

اَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَاِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ اَهْلَكَهُ الْحِرْصُ وَاِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ وَاِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اِشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ وَاِنْ اَسْعَدَهُ الرِّضَا نَسِيَ التَّحَفُّظَ وَاِنْ نَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ وَاِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْاَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْعِزَّةُ وَاِنْ اَفَادَ مَالاً اَطْغَاهُ الْغِنٰى وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ وَاِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ وَاِنْ جَهَدَهُ الْجُوْعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ وَاِنْ اَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ فَكُلُّ تَقْصِيْرٍ بِهِ مُضِرٌّ وَّكُلُّ اِفْرَاطٍ لَهُ مُفْسِدٌ۔

ہیں! تو اگر اسے کسی چیز کی امید ہو تو طمع اسے ذلیل کر دیتی ہے اور اگر طمع کا ہیجان ہو تو حرص اُسے ہلاک کر دیتی ہے اور اگر یاس اس پر مسلط ہو جائے تو تأسف اور افسوس اسے مار ڈالتا ہے۔ اگر غضب اسے عارض ہو تو خشم ناکیاں شدید ہو جاتی ہیں اگر خوشی و خرمی اس کی مساعدت کرے تو وہ بیداری اور ہوشیاری کو فراموش کر دیتا ہے اگر ناگہاں اسے خوف لاحق ہو جائے تو وہ خوف اسے رُوگرداں کر دیتا ہے اگر امن اس کے واسطے وسیع ہو تو غرور اسے اڑا لے جاتا ہے، اگر کوئی مصیبت اس پر پڑ جائے تو آہ وزاری اُسے رسوا کر دیتی ہے اگر کسی مال کو حاصل کرے تو یہ تونگری اسے گمراہ کر دیتی ہے، اگر فقر وفاقہ کے دانت اسے کاٹ کھائیں تو یہ بلا اُسے (جملہ اُمور سے) رُوگرداں کر دیتی ہے، اگر بھوک کی تکلیف ہو تو ضعف اسے بٹھا دیتا ہے اگر شکم سیر ہو کر حد سے گزر جائے تو شکم سیری بھی اسے تکلیف دیے بغیر نہیں رہتی لہٰذا ہر ایک تقصیر اور کمی اُسے نقصان پہنچانے والی ہے اور ہر ایک افراط (حد سے تجاوز) اُسے فساد میں ڈالنے والی ہے۔

(۳۲) مَنْ اَحَبَّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا

جو شخص اہلِ بیت کو محبوب رکھتا ہے اس کو فقر کا لباس پہننے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

(۳۳) لَا يُقِيْمُ اَمْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ اِلَّا مَنْ لَّا يُصَانِعُ وَلَا يُضَارِعُ وَلَا يَتَّبِعُ

اللہ سبحانہ کے حکم کو وہی قائم رکھ سکتا ہے جو خلقت کے ساتھ بہ مدارات پیش آنے

الْمَطَامِعَ . اور اس کا مطیع نہ ہو اور جا بجا سے طمع کی پیروی کرنے والا نہ ہو۔

(۳۴) لَا مَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ وَ لَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا كَرَمَ كَالتَّقْوٰى وَلَا قَرِيْنَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ وَلَا مِيْرَاثَ كَالْأَدَبِ وَلَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيْقِ وَلَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ وَلَا وَرَعَ كَالْوُقُوْفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ وَلَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ وَ لَا عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ وَلَا إِيْمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ وَلَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ وَلَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ وَلَا عِزَّ كَالْحِلْمِ وَ لَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ۔

کوئی مال عقل سے زیادہ نفع بخش نہیں کوئی تنہائی تکبر سے زیادہ وحشت ناک نہیں، کوئی عقل مندی تدبر و تدبیر کے برابر نہیں، کوئی بزرگی تقویٰ و پرہیزگاری کے برابر نہیں۔ کوئی مصاحب حسن خلق جیسا نہیں کوئی میراث ادب کے برابر نہیں، کوئی پیش رو توفیق خداوندی کے برابر نہیں کوئی تجارت عمل صالح کے برابر نہیں، شبہات کے وقت ٹھہر جانے سے عمدہ کوئی پرہیزگاری نہیں محرمات سے بچنے کے برابر کوئی زہد نہیں اور کوئی علم تفکر کے برابر نہیں کوئی عبادت فرائض کی ادائی کے برابر نہیں کوئی ایمان حیاء و صبر کے برابر نہیں۔ کوئی حسب (بزرگی) تواضع کے برابر نہیں، کوئی شرف علم اور کوئی عزت حلم کے برابر نہیں، کوئی معاون و مددگار مشورہ کرنے سے زیادہ مضبوط نہیں

(۳۵) كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَمَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ وَمَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ وَمَا ابْتَلَى اللّٰهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهٗ

بہت سے صاحب جاہ و شرف ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے مگر وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ بہت سے اسی بات پر مغرور ہیں کہ ~~اللہ نے ان کی پردہ پوشی~~ کر رکھی ہے، بہت سے اسی بات پر مفتون ہیں کہ لوگ اُن کی شان میں نیک اقوال بیان کرتے ہیں، خوب یاد رکھو اللہ نے ہر ایک کو مہلت دی ہے اور آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔

(۳۶) مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ — دُنیا کی مثال اس سانپ کی سی ہے

لَيِّنٌ مَسُّهَا وَالسَّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا لَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ وَيَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ۔

جو چھونے سے تو ملائم و نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کی کچلیوں میں زہر بھرا ہوا ہے جو قاتل و مہلک ہے فریب زدہ جاہل تو اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور عقل مند دانا انسان اس سے بچتا ہے۔

(۳۷) شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ عَمَلٌ تَذْهَبُ لَذَّتُهُ وَتَبْقَى تَبِعَتُهُ وَعَمَلٌ تَذْهَبُ مَؤُونَتُهُ وَيَبْقَى أَجْرُهُ۔

دو کاموں میں کس قدر فرق ہے ایک کام تو وہ ہے جس کی لذت فنا ہو جاتی ہے اور تکلیف باقی رہتی ہے دوسرا وہ ہے جس کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔

(۳۸) وَعَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً وَيَكُونُ غَدًا جِيفَةً وَعَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللّٰهِ وَهُوَ يَرَى خَلْقَ اللّٰهِ وَعَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَى الْمَوْتَى وَعَجِبْتُ لِعَامِرٍ دَارَ الْفَنَاءِ وَتَارِكٍ دَارَ الْبَقَاءِ

مجھے غرور و تکبر کرنے والے کی حالت پر سخت تعجب ہے کہ وہ کل تو ایک قطرۂ منی تھا اور بروز فردا ایک مُردار ہو جائے گا اور اس شخص پر بھی سخت تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کی مخلوق کو دیکھ رہا ہے اور اس شخص پر بھی سخت تعجب ہے جو اپنی موت کو بھول بیٹھا حالانکہ وہ مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور اس پر بھی سخت تعجب ہے جو فانی گھر کی تعمیر میں مصروف ہے اور باقی رہنے والے مکان کو چھوڑے ہوئے ہے۔

(۳۹) اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ الْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَأَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ وَالْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزْكُوا عَلَى الْإِنْفَاقِ۔

علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

(۴۰) اَلْعِلْمُ دِيْنٌ يُدَانُ بِهِ

علم دین (کا علم) ہے، اسی علم کے

يَكْسِبُ الْإِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِي حَيَاتِهِ وَ جَمِيلُ الْأُحْدُوثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَ الْعِلْمُ حَاكِمٌ وَالْمَالُ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ هَلَكَ خُزَّانُ الْأَمْوَالِ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ بَاقُونَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ أَعْيَانُهُمْ مَفْقُودَةٌ وَأَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوبِ مَوْجُودَةٌ

سبب انسان اپنی زندگی میں اطاعت الٰہی حاصل کرتا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا ذکر خیر ہوتا ہے، علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ، مال جمع کرنے والے مصائب میں گرفتار ہیں حالانکہ وہ دُنیا میں زندہ ہیں اور علماء باقی رہیں گے جب تک زمانہ باقی ہے اگرچہ اُن کے جسم مفقود ہو جائیں گے مگر ان کی باتیں دلوں میں موجود رہیں گی۔

(۱۴۱) لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُو الْآخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ وَيُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُولِ الْأَمَلِ يَقُولُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِينَ وَيَعْمَلُ فِيهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِينَ إِنْ أُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ وَإِنْ مُنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا أُوتِيَ وَيَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيمَا بَقِيَ يَنْهَى وَلَا يَنْتَهِي وَيَأْمُرُ بِمَا لَا يَأْتِي يُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ وَيُبْغِضُ الْمُذْنِبِينَ وَهُوَ أَحَدُهُمْ يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوبِهِ يُقِيمُ عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهُ إِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا وَإِنْ صَحَّ أَمِنَ لَاهِيًا يُعْجَبُ بِنَفْسِهِ إِذَا عُوفِيَ وَيَقْنَطُ إِذَا ابْتُلِيَ إِنْ أَصَابَهُ بَلَاءٌ دَعَا مُضْطَرًّا وَإِنْ نَالَهُ رَخَاءٌ أَعْرَضَ مُغْتَرًّا تَغْلِبُهُ نَفْسُهُ عَلَى مَا يَظُنُّ وَلَا يَغْلِبُهَا عَلَى مَا

ان لوگوں میں سے نہ ہو جو بغیر عمل کے آخرت میں بخشش کی اُمید رکھتے ہیں اور اُمید پر بھروسا کرتے ہوئے توبہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں کی سی کرتے ہیں اور عمل پکے دنیا داروں کے سے کرتے ہیں، اگر انہیں دولت دُنیا عطا کی جائے تو سیر نہیں ہوتے، اور اگر دُنیا کو ان سے روکا جائے تو قناعت نہیں کرتے جو کچھ انہیں دیا گیا ہے اس پر شکر نہیں کرتے اور زیادتی کے طالب گار ہیں لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں مگر خود باز نہیں رہتے اور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود نہیں کرتے۔ نیکوں کو دوست رکھتے ہیں مگر ان کے سے عمل نہیں کرتے، گنہ گاروں سے بغض رکھتے ہیں اور خود بھی انہیں میں سے ہیں۔ اپنے بہت زیادہ گناہوں کی وجہ

يَسْتَيْقِنُ يَخَافُ عَلَى غَيْرِهِ بِأَدْنَى مِنْ
ذَنْبِهِ وَيَرْجُو لِنَفْسِهِ بِأَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهِ
إِنِ اسْتَغْنَى بَطِرَ وَفُتِنَ وَإِنِ افْتَقَرَ قَنِطَ
وَوَهَنَ يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ وَيُبَالِغُ إِذَا
سَأَلَ إِنْ عَرَضَتْ لَهُ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ
الْمَعْصِيَةَ وَسَوَّفَ التَّوْبَةَ وَإِنْ عَرَتْهُ
مِحْنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ شَرَائِطِ الْمِلَّةِ يَصِفُ
الْعِبْرَةَ وَلَا يَعْتَبِرُ وَيُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ
وَلَا يَتَّعِظُ فَهُوَ بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ وَمِنَ
الْعَمَلِ مُقِلٌّ يُنَافِسُ فِيمَا يَفْنَى وَيُسَامِحُ
فِيمَا يَبْقَى يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَماً وَالْغُرْمَ
مَغْنَماً يَخْشَى الْمَوْتَ وَلَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ
يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَعْصِيَةِ غَيْرِهِ مَا يَسْتَقِلُّ
أَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَفْسِهِ وَيَسْتَكْثِرُ مِنْ
طَاعَتِهِ مَا يَحْقِرُهُ مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهِ
فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ وَلِنَفْسِهِ مُدَاهِنٌ
اللَّهْوُ مَعَ الْأَغْنِيَاءِ أَحَبُّ إِلَيْهِ
مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَاءِ يَحْكُمُ عَلَى
غَيْرِهِ لِنَفْسِهِ وَلَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهِ
وَيُرْشِدُ غَيْرَهُ وَيُغْوِي نَفْسَهُ فَهُوَ
يُطَاعُ وَيَعْصِي وَيَسْتَوْفِي وَلَا يُوفِي
وَيَخْشَى الْخَلْقَ فِي غَيْرِ رَبِّهِ وَلَا يَخْشَى
رَبَّهُ فِي خَلْقِهِ۔

سے موت کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ان گناہوں
پر قائم ہیں جو موت کی کراہت کا سبب
ہیں۔ اگر بیمار رہوں تو نادم ہوتے ہیں اور اگر
صحت مند ہوں تو بے خوف ہو کر لہو لعب
میں مستغرق ہوتے ہیں، جب عافیت سے ہوتے
ہیں تو غرور و تکبر کرتے ہیں اور جب آزمائش
میں ڈالے جاتے ہیں نا اُمید ہو جاتے ہیں، اگر
کوئی مصیبت آتی ہے تو بے چین ہو کر دعا
کرتے ہیں اور اگر خوشحالی میں ہوتے ہیں تو
غرور کرتے اور اعراض کرتے ہیں۔ جو وہ گمان
کرتے ہیں ان کا نفس اسی پر غالب ہے
اور یقینی چیزوں پر غالب نہیں ہے۔ اگر
کوئی دوسرا چھوٹا گناہ بھی کرلے تو اس کے
لئے خطرہ محسوس کرتے ہیں اور خود اس سے
بڑے گناہ پر ثواب کی اُمید رکھتے ہیں، اگر
مال دار ہو جاتے ہیں تو اتراتے ہیں اور غربت
آجاتی ہے تو نا اُمید و کمزور ہو جاتے ہیں، عمل
میں کوتاہی کرتے ہیں اور جب مانگتے ہیں تو
بہت زیادہ۔ اگر شہوت درپیش ہو تو فوراً
کر گزرتے ہیں۔ اور توبہ جلدی نہیں کرتے،
اگر تکلیف آتی ہے تو صبر و ثبات اختیار
نہیں کرتے، عبرت ناک واقعات کا تذکرہ
کرتے ہیں لیکن خود عبرت حاصل نہیں کرتے

دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ باتیں بڑی بڑی کرتے ہیں اور عمل بہت کم کرتے ہیں۔ فانی چیزوں کے حریص ہیں اور باقی چیزوں کے معاملہ میں نرم ہیں نیک کاموں کو تاوان اور بُرے کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں، موت سے ڈرتے ہیں لیکن وقت کے ہاتھ سے جانے کا ان کو خیال نہیں، جس گناہ کو اپنے لئے چھوٹا سمجھتے ہیں، اگر وہی گناہ غیر سے سرزد ہو تو اُسے بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ جس عبادت و اطاعت کو اپنے لئے بہت بڑی سمجھتے ہیں، اگر وہی عبادت و اطاعت غیر سے واقع ہو تو اُسے حقیر تصور کرتے ہیں، لوگوں پر طعن کرتے ہیں اور اپنے نفس کی خاطر و مدارت میں مشغول ہیں۔ فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کرنے سے امیروں کے ساتھ رہ کر لغو اور عبث کاموں میں مشغول رہنا انہیں زیادہ پسند ہے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسروں پر حکم کرتے ہیں، اور دوسروں کے مفاد کے لئے اپنے نفس پر حکم نہیں کرتے۔ دوسروں کو رشد و ہدایت کا سبق دیتے ہیں اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور خود وہ نافرمان ہیں دوسروں سے وعدہ وفائی کے طالب، اور خود وفا نہیں کرتے، اپنے ربّ سے نہ ڈرنے کی وجہ سے مخلوق سے ڈرتے ہیں، اور مخلوق سے ڈرنے کے سبب سے اپنے خدا سے نہیں ڈرتے۔

(۴۲) عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تَعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهِ
تم پر اس شخص کی اطاعت لازم ہے جس پر تم جہالت کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔

(۴۳) لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ اَوْ مُرَّةٌ۔
ہر ایک کام کا انجام ضروری ہے شیریں ہو یا تلخ،

(۴۴) قَدْ بُصِّرْتُمْ اِنْ اَبْصَرْتُمْ وَقَدْ هُدِيْتُمْ مَنِ اهْتَدَيْتُمْ۔
اگر تم صاحبِ بصیرت ہو گئے ہو تو دوسرے کو بھی صاحبِ بصیرت بنا سکتے ہو اور اگر تم ہدایت پا چکے ہو تو دوسرے کو بھی ہدایت کر سکتے ہو۔

(۴۵) لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔
مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں نہیں ہے۔

(۴۶) كَمْ مِنْ أَكْلَةٍ مَنَعَتْ أَكَلَاتٍ
بعض اوقات ایک مضر طعام کا کھانا بہت سے کھانوں کو روک دیتا ہے۔

(۴۷) كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيقُ مِمَّا جُعِلَ فِيهِ إِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَإِنَّهُ يَتَّسِعُ
ہر برتن میں جس قدر کوئی چیز ڈالی جائے اسی قدر وہ تنگ ہوتا چلا جاتا ہے مگر ظرف علم میں جس قدر زیادتی کی جائے اُسی قدر وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۴۸) بِئْسَ الزَّادُ إِلَى الْمَعَادِ الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ۔
بندوں پر ظلم و زیادتی کرنا آخرت کے لئے بہت بُرا توشہ ہے

(۴۹) مِنْ أَشْرَفِ أَعْمَالِ الْكَرِيمِ غَفْلَتُهُ عَمَّا يَعْلَمُ
کریم کا نہایت ہی عمدہ فعل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ان عیوب کی طرف التفات نہیں کرتا جو اُسے معلوم ہیں۔

(۵۰) بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُونُ الْهَيْبَةُ وَبِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُونَ وَبِالْإِفْضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ وَبِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ وَبِالْاِحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ وَبِالسِّيرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ وَبِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيهِ يَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ۔
خاموشی اختیار کرنے سے ہیبت پیدا ہوتی ہے، عدل و انصاف کرنے سے لوگوں کے ساتھ اتفاق و مواصلات پیدا ہوتے ہیں احسان و اکرام کرنے سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے، تواضع کرنے سے نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے تکالیف برداشت کرنے سے شرف و بزرگی واجب ہوجاتی ہے، میانہ روی سے دشمن مغلوب ہوجاتے ہیں، جاہل و نادان کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنے سے مددگار بڑھ جاتے ہیں۔

(۵۱) اَلطَّامِعُ فِي وَثَاقِ الذُّلِّ
طمع کرنے والا ذلت و خواری کی قید میں ہے۔

(۵۲) اَلزَّهْوُ وَالْجُبْنُ، وَالْبُخْلُ فَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَزْهُوَّةً لَمْ تُمَكِّنْ
تکبر، بزدلی، بخل، مردوں کے لئے نہایت بُری خصلتیں ہیں مگر عورت کے لئے

مِنْ نَّفْسِهَا وَاِذَا كَانَتْ بَخِيْلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَمَالَ بَعْلِهَا وَاِذَا كَانَتْ جِبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يَعْرِضُ لَهَا

بہت اچھی کیونکہ جب وہ متکبر ہو گی تو کسی کو اپنے نفس پر قابو نہیں دے گی اور جب وہ بخیل ہو گی تو اپنے اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی، اور جب وہ بُزدل ہو گی تو ہر چیز سے جو اس سے معترض ہو گی ڈر کر الگ رہے گی۔

(۵۳) اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ۔

ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے کسی چیز کی رغبت رکھتے ہوئے تو یہ عبادت تاجروں کی سی ہے اور ایک گروہ اللہ کی عبادت کرتا ہے عذاب سے ڈرتے ہوئے تو یہ عبادت غلاموں کی سی ہے، اور ایک گروہ اللہ کی عبادت کرتا ہے شکرادا کرتے ہوئے تو یہ عبادت آزاد لوگوں کی ہے۔

(۵۴) اِحْذَرُوْا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُوْدٍ

نعمت کو (بسبب کفرانِ نعمت) بھگا دینے سے حذر کرو کیونکہ ہر ایک بھاگا ہوا واپس نہیں آیا کرتا

(۵۵) مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ۔

جو شخص تیرے متعلق نیک گمان رکھتا ہے تو اس کے گمان کی تصدیق کر۔

(۵۶) اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ۔

افضل عمل وہ ہے جس کے لئے تو اپنے نفس پر جبر کرے۔

(۵۷) مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْاٰخِرَةِ وَحَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْاٰخِرَةِ۔

دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی ہے اور دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی ہے۔

(۵۸) اِذَا اَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللّٰهَ بِالصَّدَقَةِ۔

جب تم فقیر و محتاج ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدقہ دے کر تجارت کرو۔ یعنی صدقہ کرو!

(۵۹) اَلْوَفَآءُ لِاَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْغَدْرُ بِاَهْلِ الْغَدْرِ وَفَآءٌ عِنْدَ اللّٰهِ۔

اہلِ ظلم وستم کے ساتھ وفا کرنا اللہ کے نزدیک ظلم ہے، اور اہلِ ظلم وستم کے ساتھ سختی وجفا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وفا ہے۔

(۶۰) اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا وَاَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا۔

اپنے دوست کے ساتھ دوستی میں مبالغہ نہ کر شاید وہ کسی دن تیرا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن کے ساتھ دشمنی میں مبالغہ نہ کر شاید وہ کسی دن تیرا دوست ہو جائے۔

(۶۱) قَلِيْلٌ تَدُوْمُ عَلَيْهِ اَرْجٰى مِنْ كَثِيْرٍ مَّمْلُوْلٍ

وہ تھوڑا عمل جسے تو ہمیشہ کرتا ہے اس زیادہ عمل سے افضل ہے جسے تو نے ملول اور دل برداشتہ ہو کر چھوڑ دیا ہے۔

(۶۲) بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِّنَ الْعِزَّةِ۔

تمہارے اور نصیحتوں کے درمیان تمہاری غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

(۶۳) سُئِلَ عَنِ الْقَدْرِ فَقَالَ طَرِيْقٌ مُّظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوْهُ وَبَحْرٌ عَمِيْقٌ فَلَا تَلِجُوْهُ وَسِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوْهُ

آپ سے قضا وقدر کے متعلق پوچھا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ یہ ایک گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ! یہ ایک اللہ کا بھید ہے، اس کے حاصل کرنے میں تکلیف نہ اُٹھاؤ۔

(۶۴) لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ لَكَانَ يَجِبُ اَنْ لَّا يُعْصٰى شُكْرًا لِّنِعْمَتِهٖ

اگر اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی پر عذاب وعقوبت کا وعدہ نہ بھی فرماتا تو بھی یہی واجب تھا کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لحاظ سے اس کی نافرمانی نہ کی جاتی۔

(۶۵) اِتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ فِي

خلوتوں میں اللہ کی نافرمانیوں سے

الْخَلَوَاتِ فَاِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ — بچو کیونکہ ان پر گواہی دینے والا خود حاکم ہے

(۶۶) مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْاِثْمُ بِهٖ وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ — جس نے گناہ کے سبب سے فتح حاصل کی اس نے فی الحقیقت فتح نہیں پائی اور جو ظلم و ستم کے ساتھ غالب ہُوا وہ حقیقۃً مغلوب ہے۔

(۶۷) اَلدَّاعِیْ بِلَا عَمَلٍ کَالرَّامِیْ بِلَا وَتَرٍ۔ — بغیر عمل کے دعا کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ بغیر کمان کے تیر اندازی کرنے والا

(۶۸) اَلْعَفَافُ زِیْنَةُ الْفَقْرِ وَالشُّکْرُ زِیْنَةُ الْغِنٰی — سوال نہ کرنا فقیر کی زینت ہے اور شکر کرنا مالدار کی زینت۔

۶۹ یَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ یَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ — عدل و انصاف کا دن ظالم پر مظلوم کے ستم رسیدہ ہونے کے دن سے زیادہ سخت ہو گا۔

(۷۰) اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهٖ صَاحِبُهٗ — سخت ترین گناہ وہ ہے جسے گنہگار ہلکا و معمولی سمجھے۔

(۷۱) مَنْ نَظَرَ فِیْ عَیْبِ نَفْسِهٖ اِشْتَغَلَ عَنْ عَیْبِ غَیْرِهٖ — جس شخص نے اپنے نفس کے عیب کی طرف نظر کی وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہا۔

(۷۲) اَکْبَرُ الْعَیْبِ اَنْ تَعِیْبَ مَا فِیْکَ مِثْلُهٗ — سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تو لوگوں کے ان عیوب کی گرفت کرے جو تجھ میں موجود ہیں۔

(۷۳) قِیْلَ لَوْ سُدَّ عَلٰی رَجُلٍ بَابُ بَیْتِهٖ وَتُرِكَ فِیْهِ مِنْ اَیْنَ کَانَ یَاْتِیْهِ رِزْقُهٗ؟ فَقَالَ مِنْ حَیْثُ یَاْتِیْهِ اَجَلُهٗ! — عرض کیا گیا کہ اگر ایک شخص کو کسی مکان میں بند کر کے دروازہ بند کر دیا جائے تو اس کو رزق کہاں سے حاصل ہو گا؟ فرمایا جہاں سے اس کی اجل آئے گی!

(۷۴) اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهٗ وَاِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ

علم وعمل دونوں قریب ہیں جسے علم ہے وہ عمل بھی کرتا ہے علم عمل کو پکارتا ہے، اگر اس نے اس کی آواز کو سن لیا تو خیر ورنہ علم کوچ کر جاتا ہے۔

(۷۵) اَلَا وَاِنَّ مِنَ النِّعَمِ سِعَةَ الْمَالِ وَاَفْضَلَ مِنْ سِعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ وَاَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ۔

آگاہ ہو جاؤ کہ وسعتِ مال ایک نعمت ہے اور وسعت مال سے افضل تندرستی ہے اور تندرستی سے افضل قلب کی پرہیزگاری ہے۔

(۷۶) مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهٗ

جو حق سے مقابلہ کرے گا حق اسے پچھاڑ دے گا۔

(۷۷) اَلتُّقٰى رَئِيْسُ الْاَخْلَاقِ

پرہیزگاری تمام اخلاق کی سرتاج ہے

(۷۸) اِنَّمَا هُوَ عِيْدٌ لِّمَنْ قَبِلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ وَشَكَرَ قِيَامَهٗ وَكُلُّ يَوْمٍ لَّا يُعْصَى اللّٰهُ فِيْهِ فَهُوَ عِيْدٌ

بلاشبہ عید اس شخص کے لئے ہے جس کے روزے اللہ نے قبول فرمائے اور جسے اس کے قیام کا ثواب عطا فرمایا گیا ہے اور ہر وہ دن جس میں گناہ نہیں کیا جاتا یوم عید ہے۔

(۷۹) اَلزُّهْدُ كُلُّهٗ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ (لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ) وَمَنْ لَّمْ يَاْسَ عَلَى الْمَاضِىْ وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْاٰتِىْ فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ۔

تمام کا تمام زہد قرآن کے دو کلموں کے درمیان بیان ہوا ہے اللہ فرماتا ہے وہ مالِ دنیا جو تمہیں نہیں ملا اس پر افسوس نہ کرو اور جو تمہیں مل گیا ہے اس پر خوش و شادماں نہ ہو پس جو شخص گزشتہ پر اندوہناک نہ ہو اور آئندہ سے اسے کوئی خوشی نہ ہو تو اس نے زہد کے دونوں گوشوں کو تھام لیا (یعنی ابتدا و انتہا کو پالیا)

(۸۰) مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ

دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں

عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا۔

ہوتے ایک طالب علم، دوسرا طالب دُنیا

(۸۱) لِلظَّالِمِ الْبَادِیْ غَدًا بِكَفِّهٖ عَضَّةٌ

ظلم وستم میں سبقت کرنے والا کل قیامت کے روز غم وغصہ کے سبب اپنے ہاتھ چبائے گا

(۸۲) مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهٖ

جس نے اپنے بھید کو چھپایا خیر و صلاح اس کے ہاتھ میں ہے۔

(۸۳) اَلْجُوْدُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ وَالْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيْهِ وَالْعَفْوُ زَكٰوةُ الظَّفَرِ۔

سخاوت و بخشش ناموس کی نگہبان ہے حلم و بردباری نادان کے ہونٹ سی دیتی ہے معاف کرنا دشمن پر فتح پانے کی زکواۃ ہے

(۸۴) فِیْ تَقَلُّبِ الْاَحْوَالِ عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ۔

انقلاب حالات میں مردوں کی اصلیت معلوم ہوتی ہے۔

(۸۵) كِتَابُكَ اَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ

تیرا خط تیرے پیام کو اچھی طرح پہچانے والا ہے۔ بہ نسبت اس کے جو تیری طرف سے کچھ زبانی بیان کرے

(۸۶) يَأْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى فِيْهِمْ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ وَمِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَمَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِّنَ الْبِنَاءِ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى سُكَّانُهَا وَعُمَّارُهَا شَرُّ اَهْلِ الْاَرْضِ مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَاِلَيْهِمْ تَأْوِی الْخَطِيْئَةُ يَرُدُّوْنَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيْهَا وَيَسُوْقُوْنَ مَنْ تَاَخَّرَ عَنْهَا اِلَيْهَا۔

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جبکہ قرآن ان میں بطور رسم باقی رہے گا، اسلام کا نام ہی رہ جائے گا، ان کی مسجدیں بہ لحاظ تعمیر تو معمور ہوں گی مگر بہ لحاظ ہدایت خراب و برباد، اُن میں سکونت کرنے والے اور تعمیر کرنے والے شریر ترین اہل زمین ہوں گے انہیں میں سے فتنہ و فساد کا ظہور ہو گا اور بدکرداریاں ان میں گھر کر جائیں گی۔ جو شخص گناہ سے الگ ہو گا اسے اس کی طرف لوٹائیں گے اور جو

گنہ گاری سے پیچھے رہ جائے گا اسے گنہ گاری کی طرف ہنکائیں گے۔

(٨٧) وَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْيَهُوْدِ مَا دَفَنْتُمْ نَبِيَّكُمْ حَتّٰى اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ إِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيْهِ وَلٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ أَرْجُلُكُمْ مِّنَ الْبَحْرِ حَتّٰى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ فَقَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔

بعض یہودیوں نے آپ سے بطور اعتراض کہا کہ ابھی آپ کے نبیؐ دفن بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ لوگوں نے انکی ذات میں اختلاف شروع کر دیا؟ فرمایا ہم نے ان کے ارشادات کے مفاہیم میں اختلاف کیا نہ کہ ان کی نبوت رسالت یا شان میں اختلاف کیا، لیکن تم لوگ وہ ہو کہ ابھی تمہارے پاؤں دریا کے پانی سے خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ تم نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ ہمارے لئے ایسا ہی خدا پیدا کر دیجئے جیسا کہ بت پرستوں کے خدا ہیں (حالانکہ تم نے دریا سے گزرتے وقت خدا کی قدرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا تھا۔) تو تمہارے نبی نے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایک جاہل قوم ہو!

(٨٨) عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوْقَ فِيْ عَيْنِكَ

خداوند عالم کو بزرگ و برتر سمجھ لینا۔ مخلوقات کو تیری نگاہوں میں حقیر کر دے گا۔

(٨٩) مَا زَنٰى غَيُوْرٌ قَطُّ

غیرت مند آدمی کبھی زنا نہیں کرتا۔

(٩٠) اَلرَّاضِيْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِيْ بَاطِلٍ إِثْمَانِ إِثْمُ الْعَمَلِ بِهِ وَإِثْمُ الرِّضَا بِهِ۔

جو شخص کسی قوم کے کسی فعل سے راضی ہوا تو گویا اس کے ساتھ وہ خود بھی اس فعل میں داخل ہو گیا اور ہر ایک باطل میں داخل ہونے والے پر دو گناہ ہیں، ایک تو عمل باطل کے کرنے کا اور دوسرا عمل باطل پر راضی ہونے کا۔

(٩١) مَنْ نَظَرَ فِيْ عُيُوْبِ النَّاسِ فَأَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهِ فَذَالِكَ الْأَحْمَقُ۔

جس شخص نے لوگوں کے عیب کو دیکھا، انھیں برا جانا پھر اپنے نفس کے لئے انھیں عیوب کو اختیار کر لیا، وہ احمق ہے

(۹۲) اَلتَّقْصِيْرُ فِىْ حُسْنِ الْعَمَلِ اِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ۞

حسن عمل میں کوتاہی کرنا سخت غلطی ہے جب کہ تجھے اس پر ثواب ملنے کا یقین ہے۔

(۹۳) لَاشَرَفَ اَعْلٰى مِنَ الْاِسْلَامِ وَلَاعِزَّ اَعَزُّ مِنَ التَّقْوٰى وَلَا مَعْقَلَ اَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ وَلَا شَفِيْعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ وَلَاكَنْزَ اَغْنٰى مِنَ الْقَنَاعَةِ

کوئی شرف اسلام سے اعلیٰ نہیں کوئی عزت تقویٰ سے زیادہ معزز نہیں کوئی حصار زہد و ورع سے زیادہ محکم و استوار نہیں، کوئی سفارشی توبہ سے زیادہ کامیاب نہیں اور کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ غنی نہیں۔

(۹۴) اَلْحِرْصُ وَالْكِبْرُ وَالْحَسَدُ دَوَاعٍ اِلَى التَّقَحُّمِ فِى الذُّنُوْبِ

حرص، تکبر اور حسد گناہوں کی طرف بلانے والے ہیں۔

(۹۵) اَلدَّهْرُ يَوْمَانِ يَوْمٌ لَّكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ فَاِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ!

زمانے کے دو دن ہیں ایک تیرے نفع کا، دوسرا تیرے نقصان کا۔ جب تیرے نفع کا ہو تو ناشکری نہ کر اور نہ اس پر اترا، اور جب تیرے نقصان کا ہو تو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنی صبر کر۔

(۹۶) مَا اَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْاَغْنِيَآءِ لِلْفُقَرَآءِ طَلَبًا لِّمَا عِنْدَ اللهِ وَاَحْسَنُ مِنْهُ تِيْهُ الْفُقَرَآءِ عَلَى الْاَغْنِيَآءِ اِتِّكَالًا عَلَى اللهِ۔

ثواب خداوندی طلب کرنے کے لئے اُمراء کا فقراء کے ساتھ تواضع پیش آنا کیا اچھی بات ہے اور فقراء کا اللہ پر توکل کرتے ہوئے امراء کے سامنے فروتنی و عاجزی نہ کرنا اس سے بھی اچھی بات ہے۔

۹۷ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ هُمُ الَّذِيْنَ نَظَرُوْا اِلٰى بَاطِنِ الدُّنْيَا اِذَا نَظَرَ النَّاسُ اِلٰى ظَاهِرِهَا وَاشْتَغَلُوْا بِاٰجِلِهَا اِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا فَاَمَاتُوْا مِنْهَا مَا خَشُوْا اَنْ يُّمِيْتَهُمْ وَتَرَكُوْا

اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو دُنیا کے باطن پر نظر رکھتے ہیں جب کہ لوگ دُنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہوتے ہیں، اور وہ اپنی آخرت میں مشغول ہوتے ہیں جب کہ لوگ اپنی دُنیا میں مشغول ہوتے ہیں، اور وہ خواہش نفسانی

مِنْهَا مَا عَلِمُوْا اَنَّهٗ سَيَتْرُكُهُمْ وَرَاَوْا
اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِّنْهَا اِسْتِقْلَالًا
وَدَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا اَعْدَآءُ مَا سَالَمَ
النَّاسُ وَسَلْمُ مَا عَادَى النَّاسُ بِهِمْ عُلِمَ
الْكِتَابُ وَبِهٖ عَلِمُوْا وَبِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ
وَبِهٖ قَامُوْا لَا يَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا
يَرْجُوْنَ وَلَا مَخُوْفًا فَوْقَ مَا يَخَافُوْنَ

کو مار دیتے ہیں جس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ انہیں تباہ کر دے گی اور دُنیا کی اس چیز کو ترک دیتے ہیں جسے جان لیتے ہیں کہ وہ عنقریب ان سے الگ ہو جائے گی، دنیا کا وہ مال جو ان کے غیروں کی نگاہ میں کثیر ہوتا ہے اس کو قلیل خیال کرتے ہیں، جب لوگ دنیا کو پا لیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں، کہ دُنیا ان کے ہاتھ سے جاتی رہی، وہ لوگوں کی مصالحت کے دشمن ہیں اور لوگ انکی مصالحت کے دشمن ہیں۔ کتاب اللہ کا علم ان کے ساتھ ہے، اور وہ اس کو جانتے ہیں اور کتاب اللہ اُن کے ساتھ قائم ہے اور وہ اس کے ساتھ قائم ہیں کسی اُمید وار کو اس سے بالاتر نہیں دیکھتے جس کی یہ اُمید کرتے ہیں اور نہ کسی ڈرنے والے کو اس سے بُلند دیکھتے ہیں جس سے یہ ڈرتے ہیں۔

(۹۸) اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا بیٹا میری چار وصیتیں یاد رکھ! اگر ان پر عمل کرے گا تو نقصان نہیں اُٹھائے گا!

اِنَّ اَغْنَى الْغِنٰى الْعَقْلُ وَاَكْبَرَ
الْفَقْرِ الْحُمْقُ وَاَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ
وَاَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ يَا بُنَيَّ
اِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْاَحْمَقِ فَاِنَّهٗ يُرِيْدُ
اَنْ يَّنْفَعَكَ فَيَضُرَّكَ وَاِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ
الْبَخِيْلِ فَاِنَّهٗ يَبْعُدُ عَنْكَ اَحْوَجَ مَا
تَكُوْنُ اِلَيْهِ وَاِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ
فَاِنَّهٗ يَبِيْعُكَ بِالتَّافِهِ وَاِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ
الْكَذَّابِ فَاِنَّهٗ كَالسَّرَابِ يُقَرِّبُ عَلَيْكَ

بلاشبہ سب سے بڑی غنا عقل ہے، سب سے بڑی احتیاج حماقت و بے عقلی ہے، سب سے بڑی وحشت تکبر و غرور ہے، سب سے بڑی بزرگی حُسن خلق ہے بیٹا احمق کی دوستی سے پرہیز کرنا کیونکہ وہ ارادہ تو کرے گا کہ تجھے نفع پہنچائے مگر نادانی کی وجہ سے تجھے نقصان پہنچائے گا، اور بخیل کی دوستی سے بچنا، کیونکہ جب تجھے اس کی مدد کی ضرورت ہوگی، وہ تیری اعانت سے

الْبَعِيْدَ وَيُبْعِدُ عَلَيْكَ الْقَرِيْبَ۔ دست بردار ہو کر تجھ سے دور ہو جائے گا اور فاجر کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ وہ ایک معمولی سی قیمت کے بدلے تجھے بیچ دے گا اور کذّاب (جھوٹے) کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ کذّاب سراب کی مانند ہے لٰہذا وہ بعید کو تجھ پر قریب اور قریب کو تجھ پر بعید ظاہر کرے گا۔

(۹۹) وَسُئِلَ عَنِ الْاِيْمَانِ فَقَالَ اَلْاِيْمَانُ عَلٰى اَرْبَعِ دَعَائِمَ عَلَى الصَّبْرِ وَالْيَقِيْنِ وَالْعَدْلِ وَالْجِهَادِ وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى الشَّوْقِ وَالشَّفَقِ وَالزُّهْدِ وَالتَّرَقُّبِ۔ فَمَنِ اشْتَاقَ اِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ وَمَنْ اَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اِجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اِسْتَهَانَ بِالْمُصِيْبَاتِ وَمَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ اِلَى الْخَيْرَاتِ وَالْيَقِيْنُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ عَلٰى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ وَتَاَوُّلِ الْحِكْمَةِ وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ وَسُنَّةِ الْاَوَّلِيْنَ، فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَمَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَمَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَاَنَّمَا كَانَ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ عَلٰى غَائِصِ الْفَهْمِ وَغَوْرِ الْعِلْمِ وَزَهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَمَنْ عَلِمَ غَوْرَ

آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا ایمان چار ستونوں پر قائم ہے اور وہ یہ ہیں صبر، یقین، عدل اور جہاد، صبر کی چار شاخیں ہیں۔ شوق، خوف، زہد، انتظار، تو جو شخص جنت کا مشتاق ہوا اس نے شہوات کو چھوڑ دیا اور جو شخص دوزخ سے ڈرا۔ اُس نے محرمات سے اجتناب کیا اور جس نے دنیا میں زہد کیا۔ مصیبتیں اس پر آسان ہوگئیں اور جو موت کے انتظار میں رہا اس نے بھلائیوں کی طرف عجلت کی۔ اسی طرح یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ نگاہِ زیرک، تاویلِ حکمت نصیحتِ عبرت، پہلوں کا طریقہ، پس جس شخص نے غور و فکر سے سمجھا اس کے لئے حکمت ظاہر ہوئی اور جس کے لئے حکمت ظاہر ہو گئی اس نے عبرت کو پہچان لیا وہ گویا پہلے لوگوں میں سے ہو گیا۔ اسی طرح عدل کے بھی چار شعبے ہیں عقل و فہم میں تیر جانا، علم کے ظاہر و باطن کو پہنچنا، حکم کو روشن کرنا، حلم کو قائم رکھنا۔ پس جس شخص نے

الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ (۵) وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِيْ أَمْرِهٖ وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيْدًا ۔ وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ (۱) وَشَنَآنِ الْفَاسِقِيْنَ فَمَنْ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ نَهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ اَرْغَمَ اُنُوْفَ الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضٰى مَا عَلَيْهِ وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِيْنَ وَغَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

عقل و فہم سے جانا اس نے علم کے ظاہر و باطن کو جان لیا اس نے شریعت کے مطابق حکم صادر کیا اور جس نے حلم اختیار کیا وہ اپنے کام میں تقصیر نہیں کرے گا اور لوگوں میں تعریف کے ساتھ رہے گا۔ اسی طرح جہاد کے بھی چار شعبے ہیں نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا، میدانِ جنگ یعنی لڑائی کے وقت سچائی اختیار کرنا، نافرمانوں سے نفرت و دشمنی کرنا، پس جس شخص نے نیکی کا حکم کیا اس نے مومنین کی کمر مضبوط کر دی اور جس نے مقامِ جنگ میں صداقت اختیار کی اس نے حق ادا کر دیا اور جس نے فاسقین سے دشمنی رکھی اور اللہ کے لئے ان پر غضب ناک ہوا قیامت کے دن اللہ فاسقوں پر غضب ناک ہوتے ہوئے اس پر خوش ہوگا اور اس کو خوش کرے گا۔

(۱۰۰) يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ فِيْ عَيْبِ اَحَدٍ بِذَنْبِهٖ فَلَعَلَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ وَلَا تَاْمَنْ عَلٰى نَفْسِكَ صَغِيْرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ ۔

اے اللہ کے بندے! کسی گناہ کی وجہ سے کسی کی عیب جوئی نہ کر شائد وہ بخش دیا گیا ہو، اور تو اپنے نفس پر صغیرہ گناہ سے بھی بے خوف نہ رہ کیا عجب کہ اسی کے سبب تجھ پر عذاب کیا جائے!

(۱۰۱) اَلْاِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ

قلب کی معرفت، زبان کے اقرار اور ارکان کے عمل کا نام ایمان ہے۔

(۱۰۲) يَا جَابِرُ قِوَامُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا بِاَرْبَعَةٍ عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَهٗ وَجَاهِلٍ لَا يَسْتَنْكِفُ اَنْ يَتَعَلَّمَ وَجَوَادٍ لَا يَبْخَلُ

اے جابر دین و دنیا چار آدمیوں کے سبب سے قائم ہے (۱) عالم جو اپنے علم کا استعمال کرتا ہو (۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں شرم

بِمَعْرُوْفِهٖ وَفَقِيْرٌ لَّا يَبِيْعُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَاهُ فَاِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ اِسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ اَنْ يَّتَعَلَّمَ وَاِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوْفِهٖ بَاعَ الْفَقِيْرُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَاهُ۔

محسوس نہ کرتا ہو (۳) سخی جو اپنے احسان میں بخل نہ کرتا ہو (۴) فقیر جو اپنی آخرت کو دُنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ پس جس وقت عالم نے اپنے علم کو ضائع کیا۔ جاہل نے علم حاصل کرنے میں شرم و عار محسوس کی اور غنی و سخی نے خیرات و احسان کرنے میں بخل کیا اور فقیر نے آخرت کو دُنیا کے بدلے بیچ دیا تو دین و دنیا قائم نہیں رہیں گے۔

(۱۰۳) اِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِّلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًا فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ مَا تَوَلّٰى۔

تحقیق مجھ سے بیعت کی ہے ان لوگوں نے جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی انھیں شرائط پر جن پر ان سے بیعت کی تھی۔ لہذا اب نہ کسی حاضر کو چاہیئے کہ وہ کسی اور کو اختیار کرے اور نہ کسی غائب کو چاہیئے کہ وہ میری خلافت کو ردّ کرے سوا اس کے نہیں کہ مشورہ خلافت کا حق مہاجرین و انصار کو ہے پس اگر مہاجرین و انصار کسی شخص پر متفق ہو جائیں اور اس کو امانت و خلافت کے لئے نامزد کریں تو وہ خدا کا پسندیدہ امام ہوتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص مہاجرین و انصار کے امر اجماع سے نکلے، کوئی اعتراض کرتے ہوئے یا کوئی نئی بات نکالتے ہوئے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کو پھر اس اجماع کی طرف واپس لائیں جس سے وہ نکلا ہے، اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کریں، کیونکہ اس نے ایمان والوں کے طریقے کے خلاف کی پیروی کی، اور اللہ اس کو اسی طرف پھیرے گا۔ جدھر وہ پھرا۔

(۱۰۴) لَقَدْ رَاَيْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰى

بے شک میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ہے تم میں کوئی بھی تو

اَحَدًا مِّنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ لَقَدْ كَانُوْا
يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَّقَدْ بَاتُوْا
سُجَّدًا وَّقِيَامًا يُّرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ
وَخُدُوْدِهِمْ وَيَقِفُوْنَ عَلٰى مِثْلِ الْجَمْرِ
مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ كَاَنَّ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ
رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ
اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى
تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ وَمَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ
الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا
مِّنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِّلثَّوَابِ

ان کی نظیر دکھائی نہیں دیتا وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ الجھے ہوئے بال غبار آلود چہرے، بے شک ان کی راتیں قیام وسجود میں گزرتی تھیں، کبھی ان کی پیشانیاں صرفِ سجود ہوتی تھیں اور کبھی رخسارے، وہ اپنے معاد کے ذکر سے ایسے بے حس وحرکت ہو جاتے تھے جیسے بقیہ تنۂ خرما، سجدوں کے طول سے ان کی آنکھوں کے درمیان پیشانیوں پر گٹے پڑ پڑ کے ایسے ہو گئے تھے جیسے بکریوں کے زانو۔ جب اللہ تعالےٰ کا ذکر ہوتا تو اُن کی آنکھیں اشک بار ہوتی ہوئی جیب و دامن کو تربتر کر دیتی تھیں۔ وہ خوفِ عقوبت اور اُمیدِ ثواب سے ایسے لرزتے تھے جیسے سخت آندھی کے وقت درخت جنبش کیا کرتے ہیں۔

ف :- امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تمام ارشادات شیعہ مذہب کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ سے نقل کئے گئے ہیں، اوپر کے دو ارشادات خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔

پہلے ارشادِ مبارک سے ثابت ہُوا کہ انتخابِ خلیفہ کا حق مہاجرین و انصار کو تھا اور ان کا منتخب شدہ خلیفہ اللہ تعالےٰ کا پسندیدہ خلیفہ ہوتا ہے پھر جو اس کی مخالفت کرے اور اس کو نہ مانے وہ مفسد اور ایمان والوں کے راستے سے ہٹا ہُوا ہے۔ معلوم ہُوا تینوں خلفاء (سیدنا ابوبکر، عمر و عثمان) برحق تھے۔ ان کو بھی مہاجرین و انصار ہی نے بالاتفاق منتخب کیا تھا۔

دوسرے ارشادِ مُبارک سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل، تقویٰ، پرہیزگاری اظہر من الشمس ہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی اپنے تمام معتقدین ساتھیوں سے فرما رہے ہیں کہ اصحابِ محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ایسے بے نظیر تھے کہ تم میں کوئی اُن کا مثیل و

ے فضائل صحابہ اور مسئلہ خلافت وغیرہ کی تحقیق کے لئے مؤلف کا رسالہ "نجوم الہدایت" ضرور پڑھیں (زیرِ طبع ہے) انشاء اللہ جلد ہی یہ رسالہ مکمل کر کے شائع کر دیا جائے گا۔ کوکب نورانی / احمد شفیع

نظیر نظر نہیں آتا۔ متعصب اور ضدّی قسم کے لوگوں سے تو کوئی توقع نہیں ہے، وہ تو غلط تاویل کریں گے لیکن منصف مزاج حضرات سے پوری پوری توقع ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کر کے صحابہ کرام کی عظمت کا اعتراف کریں گے۔

باب مدینۂ علم و حکمت، شہنشاہِ ولایت، سیّد السادات، مولائے کائنات، شیرِ خدا، مشکل کشا، امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرت سیّدنا ابو الحسنین علی کرم اللہ وجہہ کے بحرِ علوم و معارف سے یہ چند موتی پیش کیے گئے۔ ان میں کا ہر ایک اپنی تابانی و تاب ناکی میں لاجواب ہے اور انسانی زندگی کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے۔ بشرطیکہ انھیں پڑھ کر محظوظ ہونے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ ان ارشادات پر عمل کریں اور انھیں رہبر و رہنما بنا کر اپنی دُنیا و آخرت سنواریں۔

اللہ تبارک و تعالےٰ بطفیل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ان ارشاداتِ عالیہ سے مُسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ وہ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ اس مُبارک ذکرِ پاک کو میرے اور سب اہلِ ایمان کے لیے نافع و شافع فرمائے اور ہر خطا سے درگزر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

خادم اہلِ سُنّت

محمد شفیع الخطیب اوکاڑی غفرلہٗ ○ کراچی